خط و خطاطی
تصنیف
شیخ ممتاز حسین جونپوری (و) محمد ایوب قادری (بی۔اے)
مقدمہ
ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی (لندن)
اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ ★ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

مطبوعات کانفرنس اکیڈیمی

سر سید علیہ الرحمتہ اور ان کے جانشینوں کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک کی بنیاد ادب صالح کی تدوین و اشاعت پر رکھی گئی تھی - اس خصوص میں سب سے زیادہ کام ایجوکیشنل کانفرنس نے کیا - کانفرنس کی بنا سنہ ۱۸۸٦ ء میں ڈالی گئی اور متحدہ ہندوستان میں اس کی ساٹھ سالہ زرین خدمات سے اہل ملک بخوبی واقف ہیں -

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۱ء میں اس ادارہ کا احیاء کراچی میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے کیا گیا جس نے قیام سر سید گرلس کالج جیسی اہم خدمات کے علاوہ ایک ''اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ'' قائم کی ہے - جسکی طرف سے سہ ماہی مجلہ 'العلم' اور بلند پایہ علمی و تعلیمی کتابیں شائع کی جارہی ہیں- ان مطبوعات کی اہمیت و افادیت کے بارے میں اکابر ملت اور جرائد کی قدر افزا آراء اور ہمت افزا تبصرے موصول ہوئے ہیں- چونکہ فروخت کتب کی کل آمدنی تعلیمی مقاصد میں صرف کی جاتی ہے اس لئے ہمدرد قوم حضرات سے توقع ہے کہ وہ ان کی خریداری کر کے اپنی معارف پروری کا ثبوت دیں گے -

سید الطاف علی بریلوی

تصنیف

شیخ ممتاز حسین جونپوری و محمد ایوب قادری بی۔ اے

مقدمہ

ڈاکٹر زبید احمد ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (لندن)

اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

کراچی

ناشر :-
سید الطاف علی بریلوی بی۔اے (علیگ)
رجسٹرار
اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ
آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
سعیدہ منزل۔ ناظم آباد۔ بی روڈ۔ کراچی

تعداد طبع ایک ہزار
قیمت
مطبوعہ :- ایجوکیشنل پرنٹنگ
۱۹۶۱

فہرست مضامین

نمبر شمار		صفحہ

نمبر شمار	صفحہ

فنِّ خطاطی کا ایک نادر ذخیرہ

محمد ایوب قادری بی۔اے

حامداً و مصلیاً

تعارف

ڈاکٹر زبید احمد ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (لندن)

خط اور فن خطاطی یہ زیر تعارف کتاب ان کتابوں کی ایک مفید اور اہم کڑی ہے، جن کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی نے اٹھایا ہے اور جس کی ایک کتاب "رموز رسم الخط اور پاکستان" مصنفہ جناب سید عبد القدوس ہاشمی صاحب ندوی، کچھ عرصہ ہوا شائع ہو کر قدر شناس اصحاب سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ یہ کتاب در اصل شیخ ممتاز جبین صاحب جونپوری کے ایک قابل قدر مقالے کی اشاعت ثانیہ ہے جو "خط و خطاطی" اور اس کی مختصر تاریخ کے عنوان سے مشہور سہ ماہی علمی رسالہ "مصنف" میں جس کے مدیر جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی تھے شائع ہو چکا ہے اور اب فاضل مقالہ

نگار کی اجازت سے انہی سید صاحب کے حسنِ التفات سے جو ایجوکیشنل ریسرچ اکیڈمی کے معتمدِ خاص بلکہ روحِ رواں ہیں مستقل کتاب کی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔

زمانۂ حال میں جبکہ انسان فضائے بسیط کی تسخیر اور دوسرے جہانوں کی تلاش میں اس قدر منہمک ہوا ہے کہ وہ اپنی تہذیب و تمدن کی قدروں اور اپنی لسانی اور ثقافتی ضرورتوں سے افسوسناک بے اعتنائی برت کر اپنی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں سائنسی اور تکنکی پروگراموں کی تکمیل میں صرف کر رہا ہے۔ سید الطاف علی صاحب کا دم بسا غنیمت ہے کہ وہ قوم کی توجہ ایسے اہم معاملات کی طرف مبذول کرانے میں لگے ہوتے ہیں جو متمدن اور باشعور اقوام کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت کہ پاکستان کی قومی زبان اور رسم الخط کا مسئلہ ابنائے ملک کے لئے ایک قسم کی پیچیدگی اختیار کرتا جا رہا ہے فن خطاطی پر یہ مختصر مگر جامع کتاب، امید ہے، ارباب حل و عقد کے حلقوں میں بنظرِ تحسین دیکھی جائے گی اور خط و رسم الخط، کے معاملے میں اکثر اصحاب کی دست درازیوں اور غلط اندازی سے بچنے کے لئے غور و فکر کی نئی راہیں کھولنے کی دعوت عمل دے گی۔ میں فاضل مصنف کو اور اسی کے ساتھ جناب سید صاحب بریلوی کو کتاب کی اس بروقت اشاعت پر خلوص سے مبارکباد

دیتا ہوا)۔

شیخ ممتاز حسین صاحب ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کے مردم خیز شہر جونپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے زمانہ حال کے مطابق علوم شرقیہ اور انگریزی تعلیم حاصل کی فن نستعلیق میں اپنے عہد کے کامل خطاط آغا عبدالرشید کے سلسلے کے استاد شیخ خورشید علی کے شاگرد سید باقر سے تلمذ رہا۔ نسخ میں قطعات الجواہر کے خوش نویس محمد مرزا کے استاد شیخ حشمت علی سے آپ اصلاح لیتے رہے۔ عربی رسم الخط کی دوسری اصناف میں آپ اپنے خاندانی بزرگ شیخ علی یاور سے استفاضہ کرتے رہے۔ اس طرح فن خطاطی میں آپ نے بڑی دستگاہ حاصل کی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف و مولف بھی ہیں۔ جس میں سے اکثر کو حکومت نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ بلکہ حکومت یو۔پی (ہندوستان) نے آپ کی ایک تعلیمی کتاب پر آپ کو انعام بھی دیا۔ غرض شیخ صاحب نے جو کچھ معلومات اس کتاب میں فراہم کی ہیں ان کی پشت پر نہ صرف تحقیقات و معلومات کا قابل قدر ذخیرہ ہے بلکہ عملی جد وجہد اور تجربات کا بھی ایک بے بہا خزانہ ہے، جس سے موضوع زیر بحث کی علمیت اور افادیت میں معتدبہ اضافہ ہو گیا ہے مجھے امید ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تصنیف نیز مسٹر محمد ایوب قادری بی۔اے کا مقالہ بعنوان "فن خطاطی کا نادر ذخیرہ"، جو شامل کتاب ہذا کیا گیا ہے علمی حلقوں میں بہ نظر استحسان دیکھا جائیگا۔

زبید احمد

خط قبل تاریخ

خطاطی کے ایجاد کی صبح ازل، عہد ماضی کی گہری تاریکیوں میں گم ہوگئی، مگر جہاں کہیں اس کے دبے ہوئے نقوش ابھرے ہیں وہ عرب کے فلاسفر عالم کے لفظوں میں بولتے ہوئے نکلے ہیں کہ خط انسان کے ہاتھ کی زبان اور دل کا ترجمان ہے۔ تمدن نے بتایا کہ خطاطی اکثر علوم کی محافظ اور بیشتر فنون کے خزانوں کی کنجی ہے۔ یہ خود ایک علم بھی ہے اور ایک مستقل فن بھی۔

تخلیق کائنات کے بعد انسان جس ارتقائی دور سے گزرتا ہوا۔ آدمیت کے پیکر میں نمودار ہوا، اور اس کی انفرادی زندگی سیر و شکار کی حد سے نکل کر زراعتی اور تمدنی حیات کی طرف بڑھی اور یہ جنگلوں کو چیرتا ہوا ساحل دریا پر آیا اور ادھر ادھر اس کے کنبے اور قبیلے پھیلے تو اجتماعی زندگی نے پیغام اور سند لینے بھیجنے اور خیالات کو محفوظ کرانے کے لئے اسے مجبور کیا کہ یہ کوئی چیز خط کی طرح کی ایجاد کرے۔ یہی تمدنی ضرورت پہلے پہل ایجادِ خط کی داعی ہوئی۔

خطاطی کا پہلا نقش

انسان کی وحشیانہ زندگی کی جو مدت بھی قرار دی جائے یہ اس وقت بھی اپنے گرد و پیش جانوروں اور ان کے حرکات کو دیکھتا اور تصویریں بناتا رہا

کیونکہ ان وحشیوں کی بنائی ہوئی تصویر جو انہوں نے اپنے حکمراں اور بادشاہ کی یاد میں سانپ کی شکل کی بنائی ہے، جس کی پشت پر چاقو کے پھلوں کی طرح کے خاردار نشانات بنے ہیں اور گنبئی کے مقام میں ان کی قدیم جائے پناہ چٹان پر پائی گئی ہے۔ جن کی یہ شکل ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا دور آیا۔ اس وقت بھی اس کا دل جذبات و احساسات سے خالی نہ تھا۔ کبوتروں کو محبت سے مست ہو کر ناچتے دیکھ کر اسے جب دوستی اور محبت کے جذبے کو ظاہر کرنا ہوتا تھا تو کبوتر کی تصویر بنا کر اس جذبے کی ترجمانی کرتا تھا، دشمنی اور عداوت کے اظہار کے لئے سانپ کی شکل اور جنگ و جدل کے لئے شیر اور چیتے کی تصویریں بنا دینے سے اس کے خیال کو سکون ہوتا تھا۔

جب انسان اسم و فعل اور کلمہ سے ناواقف تھا تو یہی تصویریں اس کے خیال کا پرتو بنیں اور یہی تصویریں خطاطی کا سنگ بنیاد اور خطاطی اور مصوری کا مشترکہ سرچشمہ تھیں۔

آج کل غالب کے اشعار اور عمر خیام کی رباعیوں کو تصویروں کے ذریعہ سے سمجھایا جاتا ہے لیکن پانچ چھ ہزار سال پہلے خیالات کے نقوش کو تصویروں سے نمایاں کیا جاتا تھا۔ اِس وقت شاعری میں مصوری کی جاتی ہے۔ اُس وقت مصوری میں شاعری کی جاتی تھی اور خطاطی ان دونوں فنونِ لطیفہ یعنی شاعری اور مصوری کے ہنر مشاطگی سے سنور رہی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس میں دونوں کے اجزا پائے جاتے ہیں۔

خطاطی کا تاریخی مواد

حجری عہد تاریخ انسانی میں تہذیب و تمدن کا پہلا دور مانا جاتا ہے۔ پہلے پتھروں پر، پھر پیتل وغیرہ پر تصویریں بنائی گئیں۔ جب انسان نے آگ سے کام لینے کا راز معلوم کیا تو مٹی کی تختیوں پر کچھ نقوش اور تصویریں اور خطوط کو منقوش کر کے پکانا شروع کیا گیا۔ کم و بیش پانچ چھ ہزار سال قبل مسیح کی تہذیب و تمدن کے آثار ان پتھروں، پیتل اور مٹی کی پختہ تختیوں سے معلوم ہوتے ہیں جو مصر، چین، ایران، بابل، آشور، نینوا، ہندوستان اور جنوبی امریکہ وغیرہ کے چٹانوں، پتھروں، غاروں اور کھنڈروں میں ملے ہیں۔ یہ تصویریں ہزارہا سال سے زمین کے نیچے پوشیدہ تھیں ادھر علم الارض و معرفت الآثار کے محققین کے ارمان مضطرب ادھر خاکِ بابل و نینوا کے کھنڈروں میں زمین کے نیچے درعلنِ پردہ کچھ تحریروں اور کتبوں کا بیتاب جلوۂ مشتاق ؎

حدیثِ حسن و مشتاقی درونِ پردہ پنہاں بود
برآمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا

ان کتبوں کو دیکھ کر اور علوم کی مدد سے بہت سی باتوں کا پتہ چلایا گیا۔ یہ کتبے نہ صرف مصر و عراق ایسے مشہور متمدن اور قدیم جگہوں میں ملے ہیں بلکہ دنیا کے بیشتر حصوں کے علاوہ جنوبی امریکہ میں لیک سوپیریر کے کنارے چٹان پر بھی ایک تصویر ایسی نکلی ہے جس میں چھ کشتیوں کی تصویر بنی ہے۔ ہر کشتی پر چھوٹی لمبی لکیروں سے آدمیوں کی تعداد ظاہر کی

لہ THE OUTLINE OF HISTORY, BY H.G.WELLS

گئی ہے۔

ایک محراب کے بیچ میں تین گول گول سورج بنا کر ظاہر کیا گیا ہے
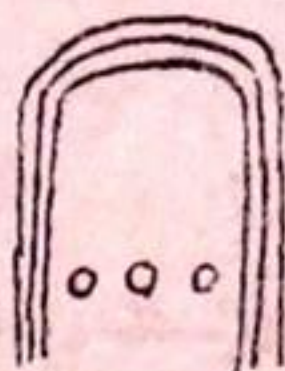
کہ یہ مہم تین دن میں سر ہوتی پھر اس کے بعد ایک کچھوے کی تصویر بنا کر بتایا گیا ہے کہ بسلامت خشکی پر آ گئے۔ کشتیوں کی تصویر سے اوپر ایک پرند کی تصویر بنا کر سردار قافلہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ اس زمانہ کی تصویر ہے جب کوئی خط ایجاد نہیں ہوا تھا، اور واقعہ اور خیال کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ کشتیوں پر آ کر جو لوگ یہاں اُترے تھے وہ اُن مقامات سے چلے ہوں جہاں وہ پھیلے تھے اور تصویروں کے ذریعہ سے وہاں ادائے خیال کا طریقہ رائج ہو چکا تھا اور یہ عنوان وہ اپنے ساتھ لے کر آئے اور جنوبی امریکہ میں بس گئے ہوں۔ خشکی سے جو قافلے ایران اور ہندوستان کو نکل گئے ان کی بھی یادگاریں ملتی ہیں۔ بہر حال یہ سب قدیم سے قدیم نمونے ہیں جو بالآخر خطاطی کا ماخذ قرار پائے اور ایسی تصویروں کا نام ہیرو غلفی خط ہوا۔

اقسام خط ہیرو غلفی

ہیرو غلفی بلحاظ خط پانچ اقسام پر تقسیم ہوا اول ہر

ایک کی الگ شاخیں پھوٹیں :-
(۱) مصری ہیرو غلفی خط جس میں ۵ قسمیں ہیں (۲) بابلی و عراقی یا مینخی ہیرو غلفی خط جس کی ضمنی شاخیں نو ہیں (۳) چینی ہیرو غلفی خط جس کی نوعیت پانچ ہے (۴) میکسکن یعنی شمالی امریکائی ہیرو غلفی خط جس کے دو شعبے ہیں (۵) ہٹی ٹس یعنی شامی و فلسفی ہیرو غلفی خط جس میں پھر چار ضمن ہیں۔

مصری ہیرو غلفی

ہیرو غلفی کا دوسرا نام تصویری خط ہے۔ تمام دنیا کے جتنے مختلف حروف تہجی ہیں وہ سب انہیں خطوط تصویری سے نکلے ہیں۔ صرف چند ایسے ہیں جو حرفوں کی آواز کا راز معلوم ہو جانے کے بعد بلاواسطہ ایجاد ہوئے۔ مگر انکی ایجاد میں بھی کسی نہ کسی قسم کے ہیرو غلفی کے حروف تہجی سے خیال نے مدد لی۔ یہی وجہ ہے کہ ہیرو غلفی کو دنیا کے خط کا ماخذ مانا گیا ہے۔ اس میں بھی مصر اور بابل و عراق کے ہیرو غلفی نے ابتداً سب سے زیادہ حصہ ایجاد خطوط میں لیا۔

ہیرو غلفی کے مرکز

ہیرو غلفی کے خاص مرکز تین قرار پائے ہیں :-
(۱) مصر (۲) عراق (۳) چین

چین اور جاپان اور شمالی امریکہ کے حصے میں ابتک کسی نہ کسی عنوان سے ہیرو غلفی کا وجود باقی ہے ورنہ اور جگہوں سے مفقود ہو گیا۔

مصری ہیرو غلفی خط داہنے سے بائیں طرف کو لکھا جاتا تھا۔ مصری ہیرو غلفی کی ایک صورت عمودی قسم کی تھی جس طرح ابھی تک چین میں رائج ہے۔ دوسری صورت عرضی تھی جس طرح آج کل تمام حروف سطر سطر میں لکھے جاتے ہیں۔

دنیا کے چھ مقامات کے لوگوں نے ہیرو غلفی کا خط پھیلانے میں خاص حصہ لیا۔

ہیرو غلفی پھیلانے والے

(۱) مصری (۲) بابلی و عراقی (۳) چینی (۴) ہٹی ٹس شامی و فلسطینی (۵) سومرین (۶) امریکانی۔

قدیم مصر اور قدیم بابل اور عراق کے ہیرو غلفی خط اور اس سے نکلنے والے خطوط کا ساتھ ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ کچھ عرصہ کے بعد ملکی تعلقات اور آمد و رفت اور معاشرتی ضرورتوں کی وجہ سے خط کو کسی خاص حصّے تک محدود رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی خاص کر اُس وقت جب آواز کے لئے حرف مقرر کرنے کا راز معلوم ہو گیا تو سیکڑوں خط جگہ جگہ پیدا ہو گئے اسی لئے ہیرو غلفی کی شاخ در شاخ بہت سے جو خطوط نکلے فنا بھی ہو گئے اور ان کے ایجاد کے زمانے اور جگہ کے تعین میں دشواری ہو گئی۔

ہیرو غلفی خط مصر اور عراق میں ۷۰۰۰ سال قبل مسیح اور بعض تحقیقات اور ثبوت سے پتہ چلتا ہے کہ ۵۰۰۰ سال قبل مسیح رائج ہوتے۔ چینیوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ وہ ان ممالک کے دوش بدوش زمانے کا ساتھ دیتے رہے۔ مصری ہیرو غلفی کی تقسیم بلحاظ صورت و عمل تین طرح پر ہے۔

(۱) تصویر نویسی (پکٹوگرافی Pictography) یہ صورت ہیرو غلفی خط کی بالکل ابتدائی صورت ہے جس کا ایک جز اب بھی بصورت نشان گھٹتے گھٹتے حرف میں باقی رہ گیا۔ چین اور شمالی امریکہ میں تو یہ آج بھی اصلی صورت میں کم و بیش باقی ہے۔

یہ صورت کسی چیز یا جانور کا نام نہ لکھنے اور محض اس کی تصویر بنا
کر اس کو بتا دینے سے متعلق ہے، مثلاً مذکورہ بالا مثال میں لیک سوپیریر
کے چٹان والی تصویر میں جو کشتی کی تصویر بنی ہے اس سے مراد کشتی لیجائیگی
کوئی اور چیز نہیں۔

(۲) خیال نویسی (آئیڈوگرافی Ideography)

یہ ہیرو غلفی کی وہ صورت ہے جس میں تصویر میں ایک شاعرانہ انداز
اور شان ہے اور بطور استعارے کے تصویر استعمال کی جاتی تھی یعنی
جس چیز کی تصویر بنائی جاتی تھی اس کی مخصوص صفت یا مخصوص عمل
کی طرف خیال کو لے جاکر اس سے کام لیا جاتا تھا۔ مثلاً لیک سوپیریر والی
تصویر میں کچھوے کی تصویر سے کچھوا جانور مراد نہیں ہے بلکہ کچھوے
کو بتاکر خشکی پر اہل کشتی کے پہنچ جانے کی خیال نویسی کی گئی ہے۔ اسی
طرح تین سورج سے تین دن اور کشتی کے آگے آگے اڑنیوالے پرندے
میر قافلہ کا استعارہ کیا گیا ہے۔

(الف) ایک ضمنی صورت اسی کے تحت میں یہ بھی تھی کہ لفظوں یا ارکان
لفظی کے لئے کوئی تصویر بنادی جاتی تھی اور ہیرو غلفی خط کے اصطلاح میں
اس کا نام ارکان لفظی خط یا Syllable writing ہے۔

(۳) صورت نویسی (ہائروگرافی Hierography) ہے

یہ وہ آخری اور ترقی پذیر صورت ہے جب آواز کے لئے نشان مقرر کرنے
کے راز سے انسان کو آگاہی ہوگئی اور ہر آواز کے لئے اس کی مناسبت
اور مشابہت صوتی سے جس صورت کے نام میں اس آواز کے ابتدائی مخرج
سے کان آشنا ہوتے ان کی تصویر بنادی گئی۔ یہ وہ منزل ہے جب صورت

اور صوت کا ملاپ ہوا ہے اور یہی صورت آگے چل کر صاف ہوتے ہوتے حرف کی شکل میں منتقل ہو گئی بلکہ یوں کہا جائے کہ خود صورت یا تصویر کا ایک جزو حرف بن گیا۔ مثلاً بیل کا نام مصری زبان میں جا ہے جس طرح اور جس آواز اور حرکت کی وجہ سے الفا

بیل (الفا) پڑا ہو جب الف، کے قسم کی آواز کو تصویر سے ادا کرنا ہوتا تھا تو پہلے پورا بیل، پھر بیل کا سر مع سینگ کے بنا دیا جاتا تھا۔

یہی تصویر درجہ بدرجہ مختصر ہوتی گئی جب اور گھٹی تو محض دو سینگیں باقی رہیں جو رومن رسم الخط A میں اب تک قائم ہے۔ اہل عرب نے اس کو اور مختصر کیا اور خط کوفی میں سینگ کا ایک سرا رہ گیا جو نیچے کی طرف مثل سینگ کے داہنی طرف جھکا رہتا تھا مثلاً (ا) خط نسخ (عربی) میں الف کا قد ایک سینگ کی یادگار رہ گیا اور دوسرے سینگ کے بجائے صرف ایک منڈی سی نوک باقی رہ گئی جیسے سینگ ٹوٹ جانے پر ہوتی ہے۔ عربی خط کے الف کی یہ صورت ہے (ا) نستعلیق کی رعنائی نے اسے بھی گوارا نہ کیا اور الف میں حسن پیدا کرنے کے لئے اس کو سرو سہی یا قدِ یار بنا دیا۔ نستعلیق کے الف کی صورت یہ ہے (ا)

فنیقی خط میں بیل کے سینگوں کے سرے اوپر کر دئے گئے اور انگریزی A کو الٹ دیا گیا۔ مثلاً ∀ یونانیوں میں یہ شکل ہے AAA۔ بابلی خط میخی میں الپو بیل کو کہتے تھے اور اس کی صورت یہ ہے [illegible]
ہندوستانی قدیم خط مشتقہ میں یہ صورت [illegible] قدیم ہندی میں یہ [illegible] صابی خط میں صورت یہ [illegible] صافی میں یہ [illegible] یہی حال اور

زبانوں کے خط کا ہے۔ غرض کہ دنیا کی مختلف زبانوں کا جائزہ لے کر جو تغیرات حرفوں میں ہوتے گئے کوئی شخص پتہ لگاتا ہوا تاریخ زمانہ کے اوراق پیچھے کی طرف برابر الٹتا چلا آئے تو آخر میں اس کو ہر خط کے الف یا الفا والی آواز کے حرف میں مصریوں کا گم شدہ بیل مل جائیگا تمام مورخ الف اور A کو دیکھ کر اور دیگر زبانوں کے حروف کی صورت کے تغیر پر غور کر کے الف سے یہی کہنے پر مجبور ہوں گے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ہر ایک حرف کی تاریخ اسی طرح تصویر جاناں در بغل کی طرح اسی حرف کے ساتھ ساتھ ہے، یہ بحث یوں ہی ضمناً اور مثالاً صرف صوت نویسی کا ابتدائی عنوان اور ہیروغلفی کی آخری قسم کو سمجھانے کے لئے ضبط تحریر میں آگئی ورنہ حروف تہجی کی تاریخ کا موضوع الگ ہے۔ بیان یہ کرنا ہے کہ یہی دور زمانہ بحقاجب حروف تہجی کی ابتدا پہلے پہل دنیا میں ہوئی اور یہاں سے خطاطی کی تاریخ کا نیا باب شروع ہوتا ہے۔

یہ صدیوں اور قرنوں کی کہانیاں ہیں جو اس جگہ یونہی سنا دی گئیں، اب پھر مصر کے نگار خانے پر نظر کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہیروغلفی کے ابتدائی دور میں مصری پہلے تو ۲۹ تک تصویروں سے اپنا مطلب ظاہر کرتے تھے جن کی تعداد بڑھتے بڑھتے ۹۰ اور ایک مدت میں ۷۰۰ تصویروں تک پہنچ گئی۔

---

[۱] پیدائش خط و خطاطان مصر۔

آپ خود غور کیجئے کہ کسی پکچر گیلری یا تصویر منزل میں جہاں ۱۰۰۰
تصویریں ہوں اور ایک سکنڈ سے بھی کم عرصہ میں جلدی جلدی کئی
تصویریں حافظہ سے باہر کرنا ہی نہیں بلکہ خط تصویر نویسی اور خیال نویسی
اور صوت نویسی کے اصول کے ماتحت اس طرح ان تصویروں کو بنانا
اور سمجھانا ہو کہ گھوڑے کو گھوڑا ہی سمجھ لیا جائے۔ گدھا یا بیل نہ سمجھا
جائے تو ایسے عالم اور ایسی دنیا میں اور ایسے زمانے میں کیا کیا دقتیں
نہ ہوئی ہوں گی۔ پھر اس زمانے میں خطاطی کا ایک بڑا مقدس شیوہ تھا
ہیرو غلفی کے معنی ہی مذہبی تحریر کے ہیں۔ مذہبی لوگ اس کے لکھنے کے
مجاز تھے اور ابتداءً یہ ہیرو غلفی مخصوص مذہبی طبقے کا خط تھا۔ طبقۂ علماء

ہیراطیقی خط

کے لئے ایک الگ خط کی ضرورت تھی اس لئے
اسی ہیرو غلفی سے ہیراطیقی خط ایجاد ہوا (نمونہ
خط ہیراطیقی X ... ۱ ۷ ... ئے ۱- ۹ ... ۴ ... دور ۵ ۱ ... ۶ ...
...) ہیراطیقی خط ہیرو غلفی سے زیادہ مشابہ نہ تھا۔ یہ خط کتب مذہبی
وغیرہ لکھنے کے کام میں آتا تھا اسی لئے اس کا نام ہیراطیقی ہوا جس کے معنی
مذہب و پیشوایانِ دین ہے۔ عوام الناس ان خطوط کو لکھنے کے مجاز
نہ تھے اس لئے ان لوگوں کے لئے ہیرو غلفی خط

ڈیموطیقی خط

سے ایک اور خط ایجاد کیا گیا جس کا نام ڈیموطیقی تھا۔
اس لئے کہ ڈیموس کے معنی عوام الناس کے ہیں۔
(نمونہ خط ڈیموطیقی ... 36 ...) ان
خطوط کے لکھنے میں دشواری ہوتی تھی اس لئے آج کل کے خط شکستہ
کے قلم کا ایک خط ہیراطیقی خط سے ایجاد ہوا جو بخلاف ہیراطیقی خط ملا

ملا کر لکھا جاتا تھا اس کا نام کر سیفی خط تھا اس خط میں کچھ لکیریں تھیں کچھ تصویریں (نمونہ خط کر سیفی)

یہ خط مصر میں ۶۰۰ سال قبل مسیح تک باقی رہے۔ ان خطوط کا انکشاف آج کل کے زمانے میں اس پتھر کے کتبے سے ہوا جس پر ہیرو غلفی۔ ڈیمو طیقی اور یونانی خطوط کے کتبے ایک ہی مضمون کے تھے۔ ۱۷۹۹ء میں جب نپولین بونا پارٹ کی فوج مصر کی مہم سر کرنے گئی تھی تو یہ پتھر ملا جو مصر سے فرانس پھر وہاں سے انگلستان پہنچ گیا اور اس وقت لندن کے برٹش میوزیم میں ہے۔ اس کا نام حجر الرشید ہے یا روزیٹا اسٹون بھی کہتے ہیں۔ (ROSSETTA STONE) جب تصویری خط کے دوران رواج میں آواز کے لئے تصویر کا تعین ہو چکا تو ۲۲ قسم کی آوازوں کے لئے ۲۲ تصویریں بنائی جانے لگیں۔ یہ ۲۲ تصویریں رفتہ رفتہ تصویری لباس اتار کر ایک ایک حرف کا نشان بن گئیں اور یہ وہی ۲۲ حروف ہیں جو صدیوں اور قرنوں کے بعد ابجد، ہوز، حطی، کلمن۔ سعفص، قرشت میں محدود ہوئے۔ جب عربوں نے ہزارہا سال بعد اس پہ چھ حروف اور بڑھائے تو ثخذ، ضظغ ہو گیا! اسی پر ایرانیوں نے پ، چ، ژ، گ اور ہندیوں نے اردو کی ایجاد کے وقت ہندی اور بھاشا کے الفاظ کے تلفظ کے لئے ٹ، ڈ، ڑ بڑھا دی یہی ابجد سے ضظغ تک کے حروف تھے جس کے لئے بجائے حرف کے اعداد بہت پہلے معین کئے جا چکے تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں اسی سے ایک

نیا فن تاریخ گوئی ایجاد ہوا، جس سے عمارات وغیرہ کے سنہ تعمیر کے اعداد حرفوں سے نکالے جاتے تھے اور عمارتوں پر کندہ کرا کے تاریخیں لگائی جانے لگیں۔ قدیم مصریوں کے یہاں تاریخ تعمیر کی تحریر کا کام تصویروں سے لیا جاتا تھا۔

اسی زمانے میں جبکہ مصر میں تصویری خط رائج تھے۔ ساتھ ہی ساتھ عراق و بابل و نینوا میں ایک خاص قسم کا تصویری خط رائج تھا جس میں کیلوں یا تیروں کی طرح کے خط سے تصویر بنائی جاتی تھی اور کچھ خیالات کے ادا کرنے کے طریقے قریب قریب اسی طرح کے رائج تھے جس کا ذکر تفصیل سے مصری ہیروغلفی کے اقسام اور عنوان خط کے تحت میں بیان کیا جا چکا ہے اور یہاں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مصری اور بابلی خط سے جو اور خط نکلے ان کا ذکر ایک ساتھ کیا جائے گا۔ پہلے اصل ماخذ یعنی بابلی تصویری خط جس کا نام خط میخی یا مسماری ہے، کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔

میخی خطِ تصاویر

پانچ قسم کے خاص تصویری خط کے اقسام میں سے ایک قسم خط میخی کی بھی ہے۔ یہ دوسرے مرکز عراق و بابل کا تصویری خط ہے اس خط کو میخی اس لئے کہتے ہیں کہ اس خط میں جو کچھ لکھا جاتا تھا اور جو تصویریں بنائی جاتی تھیں ان کے حدود کیل یا میخ سے مشابہ ہوتے تھے۔ اس کی نو قسمیں تھیں۔

خطِ میخی کا رواج بابل، نینوا، عراق، ایران اور ایشیائے صغرا

وغیرہ میں تھا۔

مصر میں مصریوں کا خط تصویر اور یہ خط میخی والا خط تصویر دونوں رائج تھے۔ میخی خط بھی مصر کے ہیرو غلفی کی طرح دنیا کا قدیم ترین خط شمار کیا جاتا ہے۔ یہ خط بائیں طرف سے داہنی طرف کو لکھا جاتا تھا۔ ۵۰۰۰ سال قبل مسیح سے چوتھی صدی عیسوی تک اس کا رواج تھا۔ بابل کی تہذیب و تمدن کا ابتدائی زمانہ سب مقامات سے زیادہ قدیم ہے۔ بابل کے ابتدائے دور تمدن سے اس کی ابتدا ہوئی اور یہ خط نینوا اور ایران تک پھیل گیا۔ اس خط کا سب سے قدیم کتبہ بابل کے قدیم شہر ورقہ اور مغیرہ میں پایا گیا اور نینوا اور ایران وغیرہ میں بھی بیشمار کتبے ملتے ہیں۔ مصر کی ہیرو غلفی کے سلسلۂ ذکر میں جو صورتیں تصویر نویسی اور خیال نویسی وغیرہ کی ظاہر کی گئی ہیں وہ سب اس میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً لفظ نینوا کو اس خط میخی میں مکان کے اندر مچھلی کی شکل بنا کر لکھا کرتے تھے

نمونہ خط میخی (لفظ نینوا)

جس سے مراد یہ ہے کہ نینوا[1] میں پہلے ماہی گیروں کے بہت سے مکانات تھے۔

قدیم بابل کے مختلف حصوں میں اس خط کی مختلف قسموں میں مچھلی کی شکل مختلف طرح سے بناتے تھے اور اس کو (خا) کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے۔ ۳۰۰۰ سال قبل مسیح[2] کے کتبوں سے پتہ چلا ہے کہ یہی شکل

---

[1] عربی میں نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ملیناں ہے۔ حرف نون کی شکل مچھلی سے ماخوذ ہے۔

[2] رسالہ نگار ۱۹۳۱ء

اور یہی دخا، کا لفظ ہندوستان میں بھی مچھلی کے لئے مستعمل تھا۔
مصر اور بابل کے قدیم بادشاہوں سے باہم دگر اسی خط میخی اور مصری
خط تصویریہ میں مراسلات کے ثبوت ہیں بکثرت پختہ مٹی کی تختیاں
مصر اور بابل کے کھنڈروں سے برآمد ہوئی ہیں اور اسی طرح کی پختہ مٹی
کی تختیوں اور پتھروں پر نقوش کوہ بے ستون کرمان شاہ دشت
مرغاب اور ایران کے اکثر حصوں میں پائے گئے ہیں۔ یہ خط ایران کے
قدیم خطوط کا ماخذ ہے۔ مصر میں الف کی آواز کے لئے جس طرح الفا
کا لفظ تھا جس کے معنی بیل کے ہیں۔ اسی طرح بابل میں بھی بیل کو
الیو کہتے تھے اور تصویری نشان دونوں کے ملتے جلتے ہیں خصوصاً
فلیقی خط کے A کی شکل الٹ دینے سے خط میخی کے الیو کی شکل
بن جاتی ہے۔ قدیم بابل اور مصر کے تعلقات اور تمدن کا پتہ ان بے
شمار کتبوں سے ملتا ہے۔ جو عراق کے عجائب خانے میں ہیں۔

عراق کے عجائب خانے کے کئی سو کتبے ایسے ہیں جن میں عراق
اور بابل قدیم کے مکانوں کے بیعنامے، آراضی کو لگان پر دینے کے
اسناد، بردہ فروشی کے متعلق تحریریں، شادی کے معاہدے
تنسیخ معاہدے کی دستاویزیں اور معاملات دیوانی کے فیصلے
مٹی کی پختہ تختیوں پر منقوش ہیں، جن کی نسبت اس خط کے محققین کی
رائے ہے کہ از روئے ادب بھی یہ اسی طرح بیش قیمت ہیں، جس
طرح قدیم تمدن کے ثبوت کے لئے زرین اسناد ہیں۔ کوہ بے ستون
پر جو کتبہ خط میخی میں ہے اور اس کے ساتھ تصویریں بھی ہیں ان میں
دس قیدی دارا بادشاہ کے سامنے گرفتار کر کے لائے گئے ہیں جن

کے ہاتھ پشت کی جانب سے بندھے ہیں اور سب کے گلے ایک ہی رسی سے باندھ دیئے گئے ہیں۔ دارا مع اپنے وزراء کے شاہانہ کروفر سے کھڑا ہے، اوپر بلندی پر اہرمن کی تصویر ہے
ایک مٹی کی پختہ تختی پر دنیا کا نقشہ بنا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ سمندر دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس میں ایک تختی پر دنیا کے طوفان عظیم کا ذکر ہے جس کے حالات تاریخی وہی ہیں جو طوفان نوح کے ہیں۔ بے ستون کے چٹان کے کتبے ہیں جو بہت آخر زمانے کا ہے۔ خط میخی کے ساتھ ساسانی اور بابلی خط کی عبارتیں بھی منقوش ہیں۔ ان سے ان تمام ممالک کے تمدن اور تعلقات کا سراغ ملتا ہے
۱۸۳۷ء میں سر ہنری لارنس کوہ بے ستون دیکھنے گئے تھے اور تین زبانوں کے کتبوں سے مطالب اخذ کر کے انہوں نے ۱۸۴۷ء میں خط میخی وغیرہ کے پڑھنے کے متعلق ایک کتاب شائع کی ہے یہ سب کتبے کیا ملے گویا کچھ علوم و فنون کے خزانوں کی کھوئی ہوئی کنجی مل گئی اور مستکشفین نے بہت سی باتوں کا پتہ چلا لیا۔
اب ان خطوط کا ذکر کیا جاتا ہے جو مصر اور عراق میں خط تصاویر کے آخر دور میں ایجاد ہوئے۔ جب آواز کے لئے نشان بصورت حرف مقرر ہو چکے تھے۔ اب ایک نئی کنجی ہاتھ آ گئی اور متمدن اقوام نے اپنے اپنے خطوط ایجاد کرنے شروع کر دیئے۔

خط فنیقی

اسی زمانے میں ہیرو غلفی اور ہیراطیقی اور دیموطیقی خطوط مصر میں اوج کمال پر تھے۔ خطۂ "فنیقہ" شام اور فلسطین کے قریب ہے۔ وہاں کی رہنے والی ایک تاجر قوم

جس کو فنیقی کہتے تھے جہازرانی اور تجارت میں خاصی ترقی کر رہی تھی۔ ان کا میل جول کریٹ اور مصر والوں سے بہت زیادہ تھا۔ تمام ساحل بحرِ روم پر ان کی نو آبادیاں تھیں۔ ایسی سیٹک تاجر قوم کو اپنے تجارتی کاروبار چلانے اور حساب و کتاب درست رکھنے کے لئے ایک ایسے رسم الخط کی ضرورت تھی جو خصوصیت سے تجارتی کاموں میں مددگار ہو۔ اس قوم نے پہلے تو مصریوں کے رسم خط کو اختیار کیا اور مصریوں کے ۲۲ حروف تہجی میں ۴ اور بڑھا کر اپنا حروف تہجی الگ مکمل کر لیا۔ ۵۰۰ سال قبل مسیح ان کا زور بہت گھٹ گیا اور یہ عراق اور مختلف حصّوں میں منتشر ہو گئے۔ ان کے حروف تہجی کی ایجاد کا زمانہ ۱۰۰۰ سال قبل مسیح خیال کیا گیا ہے۔

(نمونہ خط فنیقی) 𐤀𐤁𐤂𐤃𐤄𐤅

خط قبطی کم و بیش اسی زمانے میں مصریوں میں سے کچھ لوگ دین مسیحی میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں کو قبطی کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے لئے ایک الگ خط ایجاد کیا جو انہیں کے نام پر قبطی خط کہا جانے لگا۔ قبطیوں نے ۲۵ حروف یونانیوں کے خط سے لئے اور دیموطیقی حرف سے سات اور حروف ملا کر ۳۲ حروف سے اپنا حروف تہجی ایجاد کیا۔ قبطی خطوط کے تمام حروف کی شکل قریب قریب وہی ہے جو مختلف حرفوں کی شکل میں چھوٹے اور بڑے انگریزی حروف کی شکل و صورت ہے (نمونہ قبطی خط) ΔBS

---

a Concise History of the world,

آرامی خط

جس زمانے میں فنیقیوں کے خط ایشیائے صغریٰ میں رائج تھے، ایک اور سٹمیک قوم آرامی جو شمالی فرات و دجلہ کے نواح میں آباد تھی اس نے فنیقیوں کے خط سے ایک خط اپنی قوم کے لئے مرتب کیا جو فنیقی خط سے بہت مشابہ تھا۔ یہ خط رفتہ رفتہ انطاکیہ سے مکہ اور حوالی مصر سے وسط ایران تک پھیل گیا اور اس خط کی مدد سے مستکشفین نے بہت سی باتوں کا پتہ لگایا۔ نمونہ خط آرامی

خط پہلوی یا قدیم ایرانی خط

ایران کا قدیم خط میخی تھا۔ مصر اور عراق سے ایرانیوں کے قدیم تعلقات و فتوحات و تہذیب و تمدن کی ایک کڑی ان کا خط بھی ہے۔ مدتوں کے بعد تحریر کی سہولت کے لئے اسی زمانے میں کہ مصری اور فنیقی اپنے اپنے خطوط کی ترقی اور اصلاح میں سرگرم تھے، خط پہلوی رائج ہوا یہ خط پہلوی اس زمانے کے بعض خطوں سے جو مصر میں رائج تھے۔ قدرے صورتاً اور ہندوستان کے ہندی خط سے ہر طرح بہت زیادہ مشابہ ہے۔ ممکن ہے کہ الفاظ اور نسلی اشتراک کی طرح ہندی خط کے ماخذ میں بھی اشتراک کی کوئی صورت ہو۔

(نمونہ خط پہلوی)

خط یونانی

ایران میں علاوہ خط میخی اور پہلوی کے خط آرامی اور ساسانی خطوط بھی رائج تھے۔ تجارت کی وجہ

سلہ نمونہ خط یونانی۔ بڑا A B T Z
چھوٹا a B T S

ہے فنیقی قوم کا تعلق دور دور تک تھا۔ یونانیوں سے بھی ان کا تعلق بہت قریبی تھا۔ یونانیوں کو مصریوں کی تہذیب و تمدن سے بہت فائدہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ پہلے یونانیوں نے فنیقیوں اور مصریوں سے حروف تہجی سیکھے پھر قبطیوں کے خط سے چھٹی صدی عیسوی میں استخراج کرکے اپنے لئے الگ یونانی حروف تہجی کی بنا ڈالی۔ یونانی خط قبطی سیریاک اور ارمنی خط سے بہت مشابہ ہے۔ ان کے ابتدائی حروف تہجی ۲۲ تھے۔ پھر بضرورت ان میں اضافہ ہوتا گیا۔ انگریزی چھوٹے بڑے حروف تہجی سے ان کے خطوط تمام تر مشابہ ہیں صرف بعض بعض حرفوں میں قدیم خطوط تصویری کے نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ انہوں نے فنیقیوں سے جو حروف لئے تھے ان کی صورت میں بہت اصلاحات کیں اور مختصر کرکے جاذب نظر بنایا پہلے خط داہنی طرف سے بائیں طرف کو لکھا جاتا تھا۔ یونانیوں نے الٹ کر بائیں سے داہنی طرف لکھنا شروع کیا۔ انھوں نے حروف کو ملاکر لکھنے کی ابتدا کی جس سے تحریر اور کتابت میں روانی بڑھ گئی۔ یونانیوں سے اہل روما نے حروف اخذ کئے یہیں مشرق و مغرب کے خطوط الگ ہو گئے اور یہی زمانہ ہے کہ پہلے پہل قدیم مصری یا فنیقی خط دو حصوں پر تقسیم ہوا۔ ایک مشرقی، دوسرا مغربی۔

مشرقی ملکوں میں جو خطوط ایجاد ہوتے اور فنا ہو گئے ان میں سے مخصوص اور اہم خطوط کا ذکر آگے آئے گا۔ یہاں ان مشرقی و مغربی خطوط کی بلحاظ تقسیم آبادی دنیا فہرست دیدی جاتی ہے۔ یہ وہ خطوط ہیں جو عوام الناس میں اس وقت رائج ہیں اور ملکی اور قومی خط کی

حیثیت سے جہاں جہاں پائے جاتے ان کے نام یہ ہیں :-

عربی یا نسخ خط | عراق۔ فلسطین، شام، مصر، طرابلس۔ الجیریا، ٹیونس۔ مراقش، ملایا۔ جاوا۔ سماٹرا وغیرہ۔

نستعلیق خط | بھارت، پاکستان بلوچستان۔ افغانستان۔ ایران۔ ترکستان

ناگری خط | صوبہ یو۔ پی اور بھارت کے محدود طبقے اور محدود رقبے میں [1]

چینی خط | چین و جاپان۔

جاپانی خط | جاپان۔

رومن خط | بہ تبدیل و ادنیٰ تغیر یورپ کی تمام چھوٹی بڑی سلطنتوں اور امریکہ و بعض حصہ افریقہ و بعض جزائر میں۔

لاطینی خط | یونانیوں سے اہل روما کے خاصے تعلقات تھے انہیں کے حروف تہجی سے اطالیہ نے خط اتروسک ایجاد کیا۔ اتروسک خط میں ۲۰ حروف تھے۔ اسی خط سے لاطینی خط ایجاد ہوا۔ یہ خط رفتہ رفتہ بہ تبدیل صورت وہیئت تمام ممالک یورپ، مثل جرمنی۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ پرتگال، اٹلی۔ انگلستان۔ فرانس اور افریقہ و امریکہ وغیرہ میں پھیل گیا۔ روس میں بھی اسی خط کی ایک شاخ ہے (نمونہ لاطینی) A B Z Δ -

عبرانی خط | جس زمانے میں ایشیائے صغریٰ میں فنیقی اپنے حروف تہجی کی ترقی میں مصروف تھے۔ اسی کے قریب

---

[1] سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد بھارت میں دیوناگری رسم الخط کے استعمال میں وسعت پیدا ہو گئی ہے

زمانے میں یہودیوں نے اپنی قوم کے لئے فنیقی خط کی مدد سے عبرانی خط ایجاد کیا۔ حضرت موسیٰ کو لکھی ہوئی توریت اسی قدیم خط میں ملی تھی۔ یہ خط اب قریب قریب مفقود ہو گیا۔ جدید قسم کا عبرانی خط پہلی صدی قبل مسیح میں ایجاد ہوا۔ فنیقی خط سے یہ خط نکلا ہے اس وجہ سے یہ خط فنیقی خط سے بہت مشابہ ہے۔

(نمونہ خط عبرانی) ‎ 𐤀𐤁𐤂𐤃𐤄𐤅𐤆 ‎۔

مسند حمیری حمیری خط کا دوسرا نام مسند ہے۔ اسی وجہ سے دونوں لفظوں کو ملا کر اس خط کو مسند حمیری کہتے ہیں۔ یمن میں ایک قبیلہ حمیر و دوسرا معین تیسرا سبا تھا۔ ان سب میں یہ خط مسند رائج تھا۔ اس خط کے حرف الگ الگ لکھے جاتے تھے۔ حمیر جن سے یہ خط منسوب ہے۔ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۲۱۲۶ سال قبل ہے۔ حمیری خط لوہے کی کیلوں سے بہت مشابہ ہیں۔ مسٹر ہالوے نے جو پرانے کتبے سرزمین یمن میں پائے ہیں وہ اسی خط کے نمونے ہیں۔ ۱۸۷۵ء میں فرانس اور انگلستان کے سیاحوں کو بیت الحکمت مارب و صنعا کے کھنڈروں میں بھی اسی خط کے کتبے ملے ہیں۔ پہلے پہل یہ خط یمن میں رائج ہوا۔ پھر عرب کے اکثر مقامات میں پھیل گیا۔ بنو حمیر سے حیرہ (کوفہ) والوں نے اور اہل حیرہ سے قریش اور اہل طائف نے سیکھا[1]۔ جس وقت اسلام کا ظہور ہوا تو عرب میں خط کوفی۔ نبطی اور مسند حمیری رائج تھا اور سابق اسلام کی

---

[1] صناعتہ العرب طبع بیروت صفحہ ۳۲۰

ابتدائی تحریریں ممکن ہے کہ مسند حمیری خط میں بھی کہیں کسی حصّہ دنیا میں اب بھی موجود ہوں۔

خط نبطی خط نبطی حضرت ابراہیمؑ کے قبیلہ نبطی سے منسوب ہے۔ یہ نبطی قوم بلاد بطر میں فلسطین اور سینا کے مابین آباد تھی اور دوسری صدی عیسوی میں اہل روما سے پریشان ہو کر عرب میں آئی اور حجاز کے شمال میں جہاں آباد ہوئی اس کو انباط کہتے ہیں۔ یہ خطِ بدوؤں اور صحرانشینوں کا خط تھا جو اہل عرب کے مورث تھے۔ یہ خط پالمیری خط سے مشابہ ہے۔ (نمونہ خط نبطی) 𐢀𐢁𐢂𐢃𐢄𐢅𐢆𐢇𐢈𐢉

خط پالمیری خط پالمیری کی ایجاد آرامی خط سے ہوئی۔ مصر کے مقام پالمیرا سے یہ منسوب ہے۔ جس طرح نبطی خط بدوؤں اور صحرانشینوں کا تھا پالمیری خط کا رواج شہری اور متمدن اقوام میں تھا اس خط کے کتبے لندن، پیرس اور آکسفورڈ[1] کے عجائب خانوں میں ہیں اس کی ایجاد کے زمانہ دراز کے بعد پالمیری کے حروف تہجی سے سیریاک اور استرانگلو خط ایجاد ہوا (نمونہ خط پالمیری) [illegible]۔

سیریاک خط سیریاک یا استرانگلو پالمیری خط سے ایجاد ہو کر شرق میں چین تک پہنچ گیا اور اسی سے اور حروف تہجی (اویغور) (مغل) (کالموک) اور (منچو) پیدا ہوئے اور خط سیریاک سوریہ وغیرہ میں اب تک رائج ہے۔ (نمونہ خط سیریاک) [illegible] مذہبی تحریرات کی ضرورتوں نے آرامی خطوط میں بہت سے تغیرات کئے۔ سیریاک خط

---

[1] THE ALPHABET BY MER TAGLOR.

کا تعلق مشرق کے عیسائیوں سے ہے۔ چھ سو سال قبل مسیح اس کا رواج ہوا اور آٹھویں صدی عیسوی میں یہ خط فنا ہو گیا۔ اس کی مختلف شاخوں سے مختلف خطوط نکلے۔

سریانی سریانی خط کو سطر نجیلی خط بھی کہتے ہیں۔ عراق عرب میں اس خط کا پہلے بہت رواج تھا اور حیرہ (کوفہ) میں بھی۔ سریانی اس خط سطر نجیلی میں اپنی مقدس کتاب انجیل وغیرہ لکھتے تھے اور نبطی خط میں معمولی روزمرہ کی باتیں لکھتے تھے۔ خط کوفی کو سطر نجیلی خط سے بہت مشابہت ہے اور اس کے بہت سے قواعد خط کوفی نے اختیار کئے۔ چنانچہ خط سطر نجیلی میں جب الف ممدودہ کسی لفظ کے درمیان میں آتا تھا تو الف کو الگ نہیں لکھتے تھے مثلاً ظالمین اور عالمین کو ظلمین اور علمین کی طرح لکھتے تھے اور الف الگ سے اس کے اوپر لکھ دیتے تھے۔ جیسا کہ خط کوفی کی تمام کتابت میں اور آج اکثر قرآن جو خط نسخ میں لکھے گئے ہیں ان میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ فن تاریخ گوئی میں جن لوگوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ قرار دئے ہیں انہوں نے سطر نجیلی خط کے اصول پر رحمٰن کو ملا کر لکھنے کی وجہ سے الف کا ایک عدد چھوڑ دیا ہے اور جن لوگوں نے ۷۸۷ اس کا عدد قرار دیا ہے وہ رحمان کو الف کے ساتھ لکھتے ہیں۔ نستعلیق اور اردو فارسی خط میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ سریانی خط سریانیوں اور یہودیوں اور کلدانیوں کا مخصوص خط ہے۔ عرب کے بہت بڑے حصے میں خط کوفی کی ایجاد سے پہلے یہ خط رائج تھا۔

(نمونہ خط سریانی) [illegible]

صاحب صحیح بخاری لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ زوجہ پیغمبر صلعم کے ابن عم ورقہ بن نوفل بھی سریانی اور عبرانی میں ماہر تھے۔

خط کوفی خط کوفی کی ایجاد چوتھی صدی عیسوی میں نبطی خط اور خط سیریاک یا سطرنجیلی سے ہوئی انبار میں یہ خط ایجاد ہوا۔ حجاز انبار اور حیرہ (کوفہ) میں یہ خط لکھا جاتا تھا۔ حیرہ کا نام بعد کو کوفہ قرار پایا۔ حرب ابن امیہ کوفہ سے یہ خط سیکھ کر آئے اس لئے عرب میں اس کا نام خط کوفی پڑا۔ اور رفتہ رفتہ یہی اس کا نام ہو گیا۔ جس وقت سرزمین حجاز پر نیر اسلام طلوع ہوا اس وقت مختلف حصۂ حجاز و عرب میں مسند حمیری، عبرانی۔ سریانی۔ نبطی اور کوفی خط رائج تھا۔ اہل عرب اس وقت خطاطی سے بہت کم واقف تھے۔ جنگ بدر میں جو قیدی اور غلام خطاط گرفتار ہو کر آئے تھے ان کے لئے پیغمبر اسلام کی ہدایت تھی کہ وہ اہل عرب کو خطاطی کی تعلیم دیں۔ اسلام نے جو احسانات علم و فن پر ہیں ان میں ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ خط و خطاطی کی تعلیم میں ابتدا سے اسلام نے بڑی حمایت ہر زمانے میں کی۔ پہلے خط کوفی میں نقطے اور زیر زبر پیش نہ تھے۔ ابو الاسود دوئلی نے تقریباً ۴۰ھ سے پہلے صرف حرکت یعنی زیر زبر پیش ظاہر کرنے کے لئے نقطے ایجاد کئے یہ نقطے گول گول ہوتے تھے پھر بھی ب ت اور ث وغیرہ کے امتیاز کے لئے اس وقت نقطے نہ تھے۔ جب اسلامی ممالک میں فتوحات سے وسعت ہوئی اور کثرت سے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے تو نقطے حرفوں پر نہ ہونے سے قرآن اور دیگر عبارت کے پڑھنے میں دشواریاں پیش آئیں۔ اس وقت بنی عباس کے عہد کے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے

عراق کے حکمراں حجاج بن یوسف کو لکھا اور اس کے حکم سے نصر بن عاصم
نے متشابہ حروف ب ت ث وغیرہ کو تمیز کرنے کے لئے نقطوں کی
ایجاد کی اور اسی کے ساتھ حرکت زیر زبر پیش کے قواعد مرتب ہوئے
اور عبارت میں ٹھہرنے اور وقف کی علامتیں مقرر ہوئیں۔ خیال کیا
جاتا ہے کہ انگریزی ادب میں کاما، سمی کالن وغیرہ کا خیال اسی
سے لیا گیا ہوگا۔ قرن اول کے خط کوفی میں جتنے قرآن لکھے گئے
اور جو اور تحریریں خط کوفی کی مصر وغیرہ کے عجائب خانوں میں ہیں
ان میں نقطے نہیں ہیں۔ مثلاً فادا ىدل (فاذا نزل) قرن دوم
کے قرآن پر زیر زبر پیش کے لئے نقطے ہیں۔ الکـٰظمیں
العیط و العافیں عں الناس (الکاظمین الغیظ
والعافین عن الناس) اس کے بعد پھر نقطے برابر ملتے ہیں۔ قرآن دوم
کے بعد جب ۳۱۰ھ میں خط نسخ ایجاد ہو گیا تو رفتہ رفتہ یہ کوفی خط
دنیا کے منسوخ خطوط میں شمار ہونے لگا۔ اس کے بعد بھی آٹھویں صدی
ہجری تک اکثر لوگ خط کوفی میں قرآن لکھتے تھے مگر بہت کم کم۔ صدیوں
بعد کچھ لوگوں نے خط کوفی کے قسم کے کچھ حروف چپٹے کر کے لکھنا شروع
کیا اور اس کا نام خط کوفی جدید رکھ دیا۔ جیسا کہ اس وقت کہیں ہند و پاکستان
میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ملتا ہے اور اب چند سال سے یہ اتنا مطبوع طبع
ہوتا گیا کہ اردو انگریزی یہاں تک کہ ناگری حروف بھی چپٹے چپٹے لکھے
جانے لگے اور زیادہ تر سائن بورڈ اور کتابوں کے ٹائٹل پر نام یا چیل
کھنڈار وغیرہ اس طرح کے خط میں لکھا ہوا دیکھا جاتا ہے اس کو خط کوفی سے
کوئی تعلق نہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے مزاروں کے کتبے اکثر خوشنمائی کے لئے کچھ چپٹے اور کچھ بیڑی دار حرفوں میں لکھے ہوئے ملے ہیں۔ ممکن ہے کہ گورستان سے یہ خیال آبادی میں لاکر عبرت کے لئے پھیلایا گیا ہو۔ بجائے بیل کے طغرے بیلدار قسم کے حروف میں تفریحی ضرورت کے لئے البتہ لکھے جاتے ہیں۔

منصور دوانیقی کے عہد میں اسحٰق بن حماد ایک خوش نویس گزرا ہے جس نے ۱۵۸ھ میں خط کوفی سے ۲۷ خط ایجاد کئے جن کے استعمال کی ضرورت مخصوص اور محدود کاموں سے متعلق تھی۔ مثلاً کوئی خط آرائش مکان کے لئے لکھا جاتا تھا۔ کوئی خط محض تفریحی تھا۔ یہ سب دولت و حشمت کے زمانے کی نمود اور تفریح کے خط تھے جو زمانے کے ساتھ مٹ گئے۔

خط نسخ

خط نسخ جس کا مشہور نام عربی خط ہے ۳۱۰ھ یا نویں صدی عیسوی میں نبطی خط کی مدد سے خلیفہ المقتدر باللہ کے زمانے میں اس کے وزیر ابن مقلہ نے ایجاد کیا جو خود بھی بہت بلند پایہ خوشنویس اور عالم تھا۔ ممکن ہے کہ بعض تحریریں کسی قسم کے خط نسخ یا موجودہ خط سے مشابہ قسم کے عربی خط میں لکھی ہوئی شاید پائی جاتی ہوں جس سے بعضوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ خط نسخ کی ایجاد ابن مقلہ کے زمانے سے پہلے ہو چکی تھی اور ابن مقلہ نے اس میں کچھ اصلاح کی ہو، اس لئے تاریخ نے اس کو موجد قرار دیا ہو۔ اس کو خط نسخ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ خطوط سابقہ کا ناسخ ہے۔ خط نسخ سے خط ریحاں، رقاع، توقیع، ثلث اور طغرا ایجاد ہوا۔ ان میں سے ریحاں خط ایک قسم کا

تفریحی خط تھا جو اب مفقود ہو گیا۔ خط طغرا بھی قریب قریب

(نمونہ خط ریحاں) انا مدینۃ العلم و علی بابہا

(نمونہ ثلث) مسلم یونیورسٹی

ایسا ہی خط ہے اور وہ عمارتوں کے آرائشی کتبے اور مہریں و دستخط وغیرہ خاص عنوان سے بنانے کے کام میں آتا تھا اور اب بھی کہیں کہیں اس کے لکھنے والے ہیں۔ کسی عبارت کو کسی مخصوص شکل میں ترتیب دیکر بعض خاص قواعد کے ماتحت اس کی ترتیب دی جاتی ہے۔ کچھ عرصے سے نستعلیق میں بھی طغرا نویسی مخصوص طرز پر داخل ہو گئی ہے دستخطوں کو توڑ مروڑ کر لکھنے کا طریقہ عجب نہیں کہ اسی خط کی شگوفہ کاری کا نتیجہ ہو۔ خط توقیع کا موجد ابراہیم شجری تھا۔ بعض لوگ ان سب خطوط کا موجد ابن مقلہ کو بتاتے ہیں۔ خط توقیع اس کام میں آتا تھا کہ خلفائے بنی عباس کے عہد میں مدتوں درخواست کی پشت پر اسی خط میں حکم لکھا جاتا تھا۔

تعلیق خلفائے بنی امیہ کے عہد میں تمام ممالک اسلامیہ یہاں تک کہ ایران میں بھی عربی زبان دفتر میں رائج تھی اور بکثرت شعراء عربی ہی میں شعر کہتے تھے اور عربی خط ایران میں بھی رائج تھا۔ پہلوی اور دیگر خطوط بھی ملک کے حصوں میں بدستور رائج تھے۔ پہلوی اور

لہ صبح الاعشیٰ

دیگر خطوط کے لکھنے میں دقتیں محسوس ہو رہی تھیں اس لئے تعلیق کا خط رائج ہوا جو خط شکستہ کے طرز کا خط ہے یہ اس وقت بھی رائج ہے نسخ اور نستعلیق ایران میں ساتھ ساتھ زیر استعمال ہے۔ جس طرح بھاشا اور فارسی کے اتحاد سے ہندوستان میں اردو کا وجود ہوا، اسی طرح نسخ اور تعلیق سے نستعلیق ایک نیا خط ساتویں صدی میں ایجاد ہوا۔ (نمونہ خط تعلیق) یتولی الصالحین والذین۔

نستعلیق

میر علی تبریزی ایک ذی علم شاعر اور تعلیق اور نسخ کے خوشنویس تھے ان کی بڑی آرزو یہ تھی کہ وہ کوئی ایسا خط ایجاد کرتے جو حسن و خوبی میں دنیا کے تمام خطوط پر فوقیت حاصل کر لیتا۔ چنانچہ انہوں نے ساتویں صدی میں نسخ اور تعلیق کے جوڑ اور دائروں میں ایک خوشنما اصلاح اور ترمیم کر کے انہیں دونوں خطوط کی مدد سے نستعلیق خط ایجاد کیا۔ نسخ و تعلیق کا لفظ رفتہ رفتہ مل کر نستعلیق ہو گیا اور اس طرح ایک نئے خط کے ساتھ زبان میں ایک نئے لفظ کا بھی اضافہ ہو گیا اور اب نستعلیق خط کے حسن و خوبی پر نظر کر کے یہ لفظ محاورہ میں داخل ہو گیا اور لکھنؤ کے مستند شاعر مرزا شوق نے اپنی مشہور مثنوی زہر عشق میں بھی یوں استعمال کیا ہے۔

اس سن و سال پر کمال خلیق
چال ڈھال انتہا کی نستعلیق

میر علی تبریزی نے نستعلیق کے قواعد مرتب کئے اور یہ شاعر تھے اس لئے فن خطاطی کی تعلیم کے اصول بھی انہوں نے نظم کر ڈالے۔ یہ خط اس قدر مقبول ہوا کہ رفتہ رفتہ اس نے خط نسخ کی جگہ لے لی۔ میر

عماد الحسینی ایسا باکمال استاد اس فن نے پیدا کیا جن کا خط اتنا پختہ اور
خوبصورت تھا کہ وہ جیسا حرف ایک جگہ لکھ دیتے تھے تمام کتاب میں
اسی نمونے کا لکھتے تھے۔ ان کا کمال فنِ نستعلیق خط کی تحریر کا اعجاز
تھا اور ان کا کمال ایران کی تاریخ خطاطی میں یادگار ہے۔ ان کے
بھانجے آغا عبدالرشید دیلمی ہندوستان میں بعہد شاہجہان بادشاہ
آئے اور شاہزادہ دارا شکوہ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ دارا شکوہ نے
انہیں سے خط نستعلیق حاصل کیا اور ہندوستان میں انہوں نے
نستعلیق کی تعلیم دے کر بڑے بڑے کامل فن تیار کئے اور ہندوستان
کی تاریخ خطاطی پر ان کا ایسا احسان ہے کہ جب تک ایک خوشنویس
اس سرزمین پر نستعلیق کا جاننے والا زندہ ہے ان کی یاد محو نہیں
ہو سکتی۔ مسلمان سلاطین ہند اور ایران اور ان کے وزراء نے
نستعلیق کو ترقی دینے میں کاملین فن کی حوصلہ افزائی بیش قیمت
انعام و اکرام سے کی جس کی نظیر کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ
ہے کہ عہد سابق میں ایران و ہند کے شرفاء کے گھر گھر خوش نویسی
دوڑ گئی اور شرافت اس طرح خوش نویسی کی مترادف ہو گئی کہ ہر طبقہ
کے لوگ فن سپہ گری اور فن خطاطی حاصل کرتے تھے۔ جب قدردانی
بڑھی تو فن مصوری اور خطاطی نے مل کر کتابوں کی حسن و ترتیب
میں زور لگایا۔ کتابوں میں تصویریں بنائی جانے لگیں۔ اشعار اور
مقولوں کی خیالی تصویریں بننا شروع ہو گئیں۔ یورپ نے جہاں اور
علوم و فنون میں ترقی کی نستعلیق کی کتابوں کو باتصویر دیکھ کر
کیا عجب ہے کہ ایک خاص عنوان باتصویر کتابوں کا جس طرح

اختیار کیا ہے یہ خیال مشرقی ممالک سے لیا ہو۔

ہندی نستعلیق خط نستعلیق کے ذکر میں ایک خاص بات جو فن خطاطی سے متعلق ہے اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے اور اس سے کسی قدر یہ شبہ بھی رفع ہو جائے گا کہ ایرانی نستعلیق خط اور ہندی نستعلیق خط بظاہر صورت میں تو دونو ایک ہیں مگر اس میں تھوڑا فرق ہے یعنی ہندوستان کا نستعلیق خط نہ تو بالکل بدیسی ہے نہ بالکل ہندوستان کی پیداوار ہے۔ بدیسی تو اس کو صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ صورتاً وہی خط ہے جو ایران میں ایجاد ہوا اور وہاں سے آیا لیکن اس کی صورت انگریزی یا بدیسی خط کی طرح نہیں ہے۔ اس کو بدیسی خاص کر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے ناگری کی ایجاد اور رواج پر اثر پڑتا ہے۔ خطاطی کی تاریخ ابتدا سے یہ بتاتی آرہی ہے کہ اکثر خطوط صورت اور شکل میں دوسرے خط سے مشابہ یا بعض صورتوں میں یکساں بھی تھے لیکن ان میں کچھ حرفوں کے اضافے یا خاص خاص فرق کی وجہ سے وہ جداگانہ خط مانے گئے۔ مثلاً چینی اور جاپانی خط یا مصری خطوط سے نکلنے والے بعض خطوط ہیں۔

ہندی نستعلیق خط میں بھاشا کی وجہ سے ٹ۔ ڈ۔ ڑ تین حرفوں کا اضافہ ہوا اور یہ اضافہ ہندوستان میں یہاں کی زبان کی ضرورت اور اس کے لئے ایک رسم الخط کی ضرورت کی وجہ سے ہوا۔ یہ فرق اس کو بدیسی خط قرار دینے میں تاریخی حیثیت سے مخل ہے۔ دوسرا فرق ہندی نستعلیق خط اور ایرانی نستعلیق خط کی شانِ تحریر کا فرق

ہے اور یہ فرق قریب قریب اسی طرح کا ہے جیسے ہندوستانی آدمی اور ایرانی النسل انسان کی صورت اور شان کا فرق ہوتا ہے۔ یہ ایک فنی بات ہے جس کے لئے زیادہ تفصیل شاید اس مضمون کے موضوع سے باہر ہوگی۔

فرعی یا مختلف تفریحی خط نستعلیق کی جب اور قدر بڑھی تو بیشمار تفریحی اور آرائشی خطوط پیدا ہوتے گئے جن میں سے چند یہ ہیں :-

خط گلزار، غبار، ماہی، سنبل، ریحاں، انیقہ، زلف عروس، خط پیچاں، خط ناخن، خط توام وغیرہ مگر یہ سب کتابت کے کام کے نہیں اس لئے یہ برائے نام خط ہیں۔ اسی طرح چاول پر قل ہو اللہ اور چنے کی دال پر سورۂ فاتحہ لکھنا ایک قسم کی تفریحی صنعت ہے۔

خط شکستہ فرمانروایان صفویہ اور اکابر امراء میں مرتضیٰ قلی خاں شاملو تھے۔ جو مدتوں ہرات میں حکمراں اور بہت ہنر پرور اور علم دوست تھے۔ ان کا زمانہ ۱۰۴۰ھ کا ہے انہوں نے یہ دیکھ کر خط نستعلیق کے لکھنے میں زیادہ روانی نہیں ہے اسی نستعلیق سے خط تعلیق کے اصول پر اپنے عہد میں ایک نیا خط شکستہ ایجاد کیا جس کا دوسرا نام خط دیوانی ہے۔ یہ خط عدالتوں اور خانگی مراسلت میں اپنی انتہائی روانی اور سہولت کتابت کی وجہ سے بجلی کی طرح ایران سے ہندوستان تک دوڑ گیا۔ اس خط کے حرفوں کی آمیزش کے خاص خاص اصول ہیں اگر ان کو سیکھ لیا جائے اور اسی اصول سے کتنا ہی تیز اور گھسیٹ خط

شکستہ لکھا ہو، نستعلیق کی طرح فرفر پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ ہندوستان میں خط شکست کی تعلیم کے طریقے کا نقص ہے کہ اس نے دشواری بڑھادی اور ہر شخص اپنے خود ساختہ طرز کا آپ موجد اور دوسروں کے لئے اس کی تحریر اور اس کا خط شکستہ بلائے جان۔

(نمونہ خط شکستہ) کس رسک مسیحا کا مکان ہے۔

خط شفیعہ

مرتضیٰ خاں شاملو حکمران ہرات کے یہاں منشی باشی کے عہدے پر ایک کامل خوشنویس مرزا شفیعا ہراتی مامور تھے۔ انہوں نے خط شکستہ میں جوڑ اور پیوند مستعار لئے اور سڈول کرکے ایک نیا خط شفیعہ ایجاد کیا۔ مرزا شفیعا نقاشی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اس وجہ سے ان کے خط میں خاص حسن تھا اور خط شفیعہ کی ایجاد میں اس سے ان کو بڑی مدد ملی۔ شفیعہ خط کے بعض جوڑ اور توڑ مروڑ اتنے حسین ہوتے ہیں کہ جس طرح عشق پیچاں کا درخت کسی دوسری شاخ کی آویزش اور چھوٹے چھوٹے پھولوں کی بہار سے دلفریب نظر آتا ہے۔ مرزا شفیعا ہندوستان میں بھی آئے تھے اور پھر ہرات واپس چلے گئے۔ ان کا زمانہ بھی وہی سنہ ۱۱۰۰ھ کا ہے۔ (نمونہ خط شفیعہ)

بیرکس رسک مسیحا کا مکان ہے درد کہ روز بہاں خواہد شد آشنگ رسد

خط زود نویسی

خطاطی کی ایجاد کے ابتدائی زمانہ سے یہ بات ہر ملک اور قوم کے پیش نظر رہی اور اسی بات نے درجہ بدرجہ بہت سے خطوط ایجاد کئے اور وہ یہ بات ہے کہ اول تو خط ایسا ہو کہ اس کے لکھنے میں وقت کم صرف ہو، دوسرے

خط جگہ کم گھیرے، تیسرے اپنے مفہوم کے ادا کرنے میں واضح ہو۔ اس میں ساتھ ہی ساتھ حسن کتابت کے اجزا بھی ہوں تو اور بہتر ہے یورپ میں سیاسی اور ملکی ضرورت نے سر ایزک پٹ مین کو زود نویسی یا شارٹ ہینڈ ایجاد کرنے پر آمادہ کیا اُن کی کوشش انگریزی زبان کی زود نویسی کے متعلق تھی۔ اردو ہندی، عربی، فارسی زبان کو جلد سے جلد لکھنے کے لئے ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب رسوا مرحوم نے جو بہت بڑے ادیب شاعر اور بہت سے علوم کے ماہر بھی تھے بامداد حکیم شیخ ممتاز حسین صاحب عثمانی مرحوم جو اودھ پنچ اخبار کے ایڈیٹر اور ایک بہترین انشاپرداز ہونے کے ساتھ عربی کے خاصے عالم تھے اردو زود نویسی کا فن ایجاد کیا اور ان کے شاگرد سید محمد رضا صاحب نقوی نے اردو۔ ہندی شارٹ ہینڈ سیکھنے کے لئے جو عدیم المثال کتاب لکھی ہے اس میں مدتوں کی تحقیق اور جستجو کے بعد جو قابل ذکر بات لکھی ہے وہ انہیں کے لفظوں میں یوں ہے:۔

> پٹ مین کے زمانے میں کون کہہ سکتا تھا اور آج سے پہلے کس نے کہا ہوگا کہ عربی رسم الخط میں وہ تمام شکلیں موجود ہیں جن کو فن مختصر نویسی یا شارٹ ہینڈ کی تدوین میں پٹ مین اور آج کل کے متعدد طریقوں کے بنانے والوں نے ناگزیر خیال کر کے اختیار کیا ہے جس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو دن کی روشنی کو دیکھنے کے بعد اس کو اندھیرے سے تعبیر کرے۔ پٹ مین نے

اپنے شارٹ ہینڈ میں نہ صرف عربی خط کی ان امتیازی خصوصیتوں سے کام لیا ہے بلکہ آوازوں کے اظہار کے لئے جو علامتیں مقرر کی ہیں ان کی شکلیں بھی بالکل وہی رکھی ہیں جو عربی خط کے حرفوں میں ملتی ہیں، یعنی ان علامتوں میں عربی حرفوں کے اجزائے ترکیبی انفراداً یا ترکیباً استعمال کئے ہیں"

یہ بات خاص اہمیت رکھتی ہے اور مسلمانوں کا فخر اس پر بجا ہے کہ جب سے دنیا میں اسلام کا ظہور ہوا مشرق میں مادر خطوط خط کوفی سے اس وقت تک جتنے خط ایجاد ہوئے بلا کسی استثناء کے سب کے موجد مسلمان ہیں اور مسلمان ہی کامل بھی گزرے اگرچہ یہ خطوط دنیا کے مختلف ملک اور قوم میں پھیلے اور سبھی نے ان کو حاصل کیا۔ یہ مخصوص بات شاید خطاطی کے سوا کسی اور علم و فن کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

چینی خط ہیروغلفی خط کا تیسرا بڑا مرکز چین تھا۔ پہلے دو مرکزوں سے یورپ اور ایشیا میں جو خطوط پھیلے ان کا ذکر ہو چکا۔ امریکہ اور افریقہ میں رومن خط پھیلنے کا ضمناً ذکر کر دیا گیا۔ تفصیل میں بہت طوالت ہے۔ اب چین اور جاپان کے ساتھ ذرا آگے چل کر ہندوستان کے خط کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ اور ملکوں میں ہیروغلفی خط اپنی صورت بدل کر خط کے لباس میں آگیا اور تصویری خط کی شان جاتی رہی۔ مگر چین میں اب تک کم و بیش تصویری صورت کے ساتھ وہ ابتدائی اصول جو ہیروغلفی کی

خصوصیات میں ہی کچھ کچھ پائے جاتے ہیں۔ کہیں ایک ایک لفظ کے لئے ایک ایک صورت ہے کہیں آئیڈوگرافی یا خیال نویسی کے اصول رائج ہیں۔ چینی خط کی ابتدا کا زمانہ قریب قریب وہی خیال کیا گیا ہے جو مصر اور عراق کے ہیرو غلفی کے پھیلنے کا زمانہ ہے۔ چینی اپنا ہیرو غلفی خط برابر استعمال کرتے رہے یہانتک کہ بودھ مذہب پھیلانے کے لئے جب لوگ ہندوستان سے چین گئے اور وہاں یہ مذہب پھیلا تو اسی کے ساتھ ہندوستان کے اس وقت کے خط سے صوتی حروف کی بھی شان وہاں کے خط میں پیدا ہو گئی ہے اس لئے موجودہ چینی خط کچھ تصویری ہے کچھ صوتی نشان کا مجموعہ ہے۔ چین[1] میں ۳۸۶۷ قسم کی تصویریں ہیں، طلباء کو یہاں کا خط سیکھنے اور روانی سے لکھنے کے لئے ۱۵ سے ۲۰ سال کی مدت درکار ہوتی ہے۔ چینی خط عمودی صورت میں اوپر سے نیچے کی طرف لکھا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑی بنتی آتی ہے پھر ایک سطر کے بعد دوسری سطر داہنے سے بائیں طرف کو قائم کی جاتی ہے۔

تصویری خط کی پانچ قسموں میں ایک خاص قسم چینی خط کی ہے اور اس چینی خط کی پھر پانچ شاخیں الگ الگ نکلی ہیں جن کی نوعیت جداگانہ ہے اور انہیں میں سے ایک جاپانی قسم ہے۔

جاپانی خط جاپان کی تہذیب وتمدن کی مدت بہت کم ہے۔ تیسری صدی عیسوی میں، ان کا میل جول چینیوں

---

[1] HISTORY OF ALPHABET BY. M. TAYLOR.

سے ہوا اور انہیں کے خط سے ان کا خط بھی نکلا ہے، لیکن جاپانی خط جو ہیرو غلفی خط کی ایک قسم ہے چینی خط سے تھوڑا مختلف ہے جاپانیوں کے یہاں ارکان لفظی کے لئے علامتیں مقرر کرلی گئی ہیں اور کچھ حروف بھی ہیں۔ چین سے ایک بودھ مذہب کا مہنت عرصہ ہوا جاپان گیا تھا جس کا نام کوڈیشی تھا اس نے وہاں بودھ مذہب پھیلایا اور صوتی خط کا جو طریقہ چین میں رائج تھا اس کی تعلیم دی۔ لیکن جاپانیوں نے اپنے خط میں اصلاح کر کے دشواریاں دور کر دی ہیں اور وہ رفتہ رفتہ اور ملکوں کی طرح آواز کے لئے اپنے یہاں کے حروف تہجی کو مکمل کرتے جاتے ہیں۔

ہندوستانی خط

ہندوستان میں اتنی مختلف اور متعدد قومیں آباد ہیں اور زبانیں اس قدر زیادہ تعداد میں بولی جاتی ہیں اور اتنے مختلف قسم کے خطوط قریب قریب ہر صوبے میں مستعمل ہیں کہ یہاں کا کوئی خاص خط قرار دینا دشوار ہے۔ ہندوستان کے قدیم سے قدیم خط کے بارے میں انگلستان کے محققین مختلف الرائے ہیں۔ ڈاکٹر ڈگ کی رائے ہے کہ ہندوستان کا قدیم خط میخی خط سے نکلا ہے۔ ڈاکٹر برنل کی رائے ہے کہ آرامی خط سے نکلا ہے جو بابل اور ایران میں کبھی رائج تھا۔ جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ یہاں کا خط خط تصویر سے نکلا ہے۔ ان باتوں کی جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ فنیقی قوم کا تعلق ہندوستان سے بوجہ تجارت شاید ۶۰۰ سال قبل مسیح یا اس سے اور پہلے سے تھا۔ یہ لوگ مغربی ساحل کی طرف سے آئے ان کے حروف تہجی مکمل تھے مغربی ساحل کی طرف سے ان کے

خط سے جو خط نکلا وہ اس حصہ میں پھیلا ہو گا۔

دوسرا سلسلہ پنجاب کے حصے کے خطوط کا ہے۔ کابل اور افغانستان کی طرف سے ایرانی آئے اور ان کے خط سے جو قدیم زمانے میں خط نکلا پنجاب کے نواح میں پھیلا۔

۲۳۶ ء میں دریائے انڈس کے مغرب میں جو کتبہ برآمد ہوا وہ جہاں سے برآمد ہوا ہے اس مقام کا نام کپور ڈگری ہے۔ وہاں اشوک بادشاہ کا فرمان ایک ستون پر کندہ ہے۔ یہ پیالی پراکرت اور ہندی باختری خط میں ہے۔ یہ کتبہ ایرانی قدیم خط سے بہت ملتا جلتا ہے۔ کپور ڈگری کا کتبہ داہنی طرف سے بائیں طرف کو لکھا گیا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کتبہ کے خط سے یہاں کے خطوط کا وجود ہوا اور انہیں سے پالی۔ ڈراویدین اور ناگری حروف نکلے اشوک کے زمانہ کے خط بہت کچھ تصویر خط سے نکلے ہوئے خط سے ملتے جلتے ہیں اور ان کی صورت یہ ہے:۔

	ہندوستانی		جگتانی	
	مشتقہ حروف	سابق	صابی	صابی
الف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ان تمام حرفوں میں جتنی صورتیں الف کے قسم کی آواز کے لئے ہیں سب میں خط تصویری کی جھلک ہے اور الفا کا سینگ ہے

ب کی آواز والے تمام حروف مصری بیتا سے اور مصری قدیم خط سے مشابہ ہیں اس لئے سوائے اس کے کوئی اور نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ ہندوستان کا قدیم خط مصری اور بابلی خط تصویر سے نکلا ہے اس کے علاوہ اشوک سے پہلے چندر گپت کے زمانے میں یونانی حروف ہجی کے قسم کا حرف یہاں رائج تھا۔ بادشاہ دارا نے مغربی پاکستان کے بعض حصوں کو تقریباً پانچویں صدی قبل مسیح میں فتح کیا اور یہ پتہ چلا ہے کہ دو صدی تک یہاں ایرانی حروف رائج تھے۔ اب ایک صورت اور ہے جس[1] سے پتہ چلتا ہے کہ ... ۳ سال قبل مسیح کے زمانے میں یہاں اور بابل میں ایک خط رائج تھا جیسا کہ خط میخی کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ وہی تصویری خط وہی لفظ اور وہی تلفظ جو ہندوستان میں رائج تھا وہ بابل میں بھی رائج تھا۔ حال میں ٹکسلا کے قریب جہلم اور انڈس کے وسطی حصے میں کچھ کتبے برآمد ہوئے ہیں جو تقریباً... ۳ سال ق۔م کے معلوم ہوتے ہیں مگر ابھی یہ زیر تحقیقات ہیں۔ آنولہ ضلع بریلی کی تحصیل میں رام نگر ایک مقام ہے جو عہد قدیم میں راجاؤں کی راجدھانی تھا۔ یہاں کھنڈروں کی کھدائی کا کام ابھی جاری ہے۔ ممکن ہے کہ ان سے مزید حالات معلوم ہوں۔ بہر حال جس قدر مذکورہ مثالوں اور قرائن سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کا قدیم خط ہیروغلفی سے نکلا ہے اور یہ غلط ہے کہ یہاں کا قدیم خط کسی اور جگہ کے قدیم خط سے نہیں نکلا۔ اس بات کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ کس خط کو موجودہ خط میں ہندوستانی خط اس وقت کی ضرورت کے لئے قرار دیا جائے۔

---

[1] رسالہ "نگار" ۱۹۳۱ء

۱۹۴۱ء سنہ کی مردم شماری کی رپورٹ کا جو خلاصہ شائع ہوا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ۲۲۵ زبانیں بولی جاتی ہیں
اس میں خط کا کوئی ذکر نہیں۔ کئی کئی زبانیں ایک ایک خط میں لکھی
جاتی ہیں۔ چھانتے چھانتے کم از کم چالیس قسم کے خط یہاں ملتے ہیں
جن میں سے ایک دیوناگری خط اور ایک نستعلیق اردو خط بھی ہے
ان بہ خطوط کے ماخذ کی تلاش خالی از دشواری نہیں۔ اس لئے
یہاں کے خط کا اصل ماخذ جب معلوم ہو گیا کہ ہیر و غلیفی ہے
تو اس کے بعد اور بحث کو بنظر طوالت اس وقت نظر انداز کرنا پڑا۔
اور یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ یوں تو بہ خط یا زیادہ یہاں مستعمل ہیں
لیکن بہ خطوط میں خاص خاص خط یہ ہیں (۱) نستعلیق خط ہندوستان
کے مختلف صوبوں اور سرحد میں رائج ہے سلہ

سلہ اس جگہ جب یہ غور کرنے کی ضرورت ہوئی کہ آخر اتنے قسم کے خطوط
جو ہندوستان میں رائج ہیں ان میں سے اس وقت کون خط ہر اعتبار اور
بکثرت وجوہ اور مفاد کے لحاظ سے اس کا مستحق ہے کہ ہندوستانی خط
قرار دیا جائے تو صرف ہندی نستعلیق ہی پر نظر پڑتی ہے اور حقیقتاً یہی
خط مستحق ہے اس لئے کہ ناگری کی طرح اس کی ایجاد کی غرض مذہبی خیال
اور ضرورت پر نہیں ہوئی۔ بلکہ ملکی زبان کے لئے ہوئی۔ عہد سلاطین مغلیہ
سے نستعلیق برابر ملکی خط قرار پایا۔ برابر اسی خط میں دفتر کے کاغذات
رہے۔ شاہان مغلیہ سے جب ایسٹ انڈیا کمپنی اور گورنمنٹ برطانیہ
کو یہ ملک ملا تو نستعلیق ہی خط میں دفتر کے تمام کاغذات رکھے گئے

(۲) دیوناگری خط یو۔پی۔ اودھ اور بعض ریاستوں اور شمالی حصے وغیرہ میں رائج ہے۔
(۳) پالی۔ لنکا اور جنوبی حصے میں رائج ہے۔
(۴) گجراتی خط گجرات اور راجپوتانہ میں رائج ہے۔
(۵) پنجابی خط جس میں گورمکھی وغیرہ میں شامل ہے۔ مشرقی پنجاب کے اضلاع میں لکھا جاتا ہے۔
(۶) بنگلہ خط مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال (بھارت) میں رائج ہے۔

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۴۶) سکہ جو ملا اس پر نستعلیق ہی خط کا کتبہ تھا اور اولاً صرف اسی نستعلیق خط کا کتبہ دلیسی خط میں خود گورنمنٹ برطانیہ نے سکہ پر قائم رکھا۔ ناگری کا کتبہ سکہ پر قائم نہ کرنے کے لئے اگر گورنمنٹ برطانیہ جواب دینا چاہتی تو یہی معقول جواب ہو سکتا تھا۔

ایک بڑی دشواری جو نستعلیق خط کی راہ میں حائل کر دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس خط کو اردو زبان اور ہندی زبان کے جھگڑے کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ نستعلیق خط میں اردو زبان لکھے جانے کی وجہ سے خط کو زبان کے نزاع کے تابع کر دیا گیا ہے ورنہ یہ بہت ممکن تھا کہ اردو یا ہندی یا ہندوستانی یا ورناکیولر جس لفظ سے چاہے تعبیر کیا جائے کوئی زبان ملکی زبان قرار دی جاتی اور سہولت اور عالمگیر وسعت کے لحاظ سے نستعلیق ہی کو خط قرار دیا جاتا مگر اس کے ساتھ یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہ مسلمانوں کی زبان کا خط ہے اور اردو زبان گویا محض مسلمانوں کی زبان ہے اور مسلمان بدلیسی ہیں اور نستعلیق خط بدلیسی ہے اور ہندی ہندوؤں کی مقدس زبان ہے اور یہاں کا

(۷) ڈراویدین خط جنوبی حصہ ملک کے باشندوں میں رائج ہے۔
(۸) ملایالم جزائر کے باشندوں کا خط ہے۔
تمام وجوہ اور سہولتوں پر نظر کرنے سے نستعلیق خط اس قابل ہے کہ اس کو ہندوستانی خط ہونا چاہیئے۔
اس قدر جو کچھ ذکر کیا گیا وہ خطاطی کی مختصر تاریخ کا صرف ایک جزو تھا کہ ایجاد خط کی کیا ضرورت تھی اور خط ایجاد ہو کر کیسے درجہ بدرجہ پھیلا۔ اتنی بات بھی تفصیل کیا، اجمال سے بھی نہ بیان ہو سکی۔

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۴۷) آسمان سے اترا ہوا خط ہندی یا دیوناگری ہے اور جو زبان ملک میں بولی جاتی ہے وہ وہی زبان ہے جس کا مخصوص خط ہندی اور دیوناگری ہے۔

یہ سب باتیں سیاسی ہیں اور ایمانداری کی صحیح ترجمان نہیں۔ اس قسم کی تمام ملمع سازی کا تجزیہ کرنے سے باتیں سب صاف ہو جاتی ہیں۔
(۱) پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ ناگری اور ہندی اور ہندی نستعلیق خط کی کیا حیثیت ہے۔ ناگری یا ہندی خط ہندوستان میں بدیسیوں کے میل جول اور انہیں کے خط کی مدد سے پیدا ہوا۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ کسی بدیسی خط یعنی ایرانی خط فنیقی خط یا یونانی خط یا ہیروغلفی سے خیال لے کر نہیں پیدا کیا گیا بلکہ یہ ہندوستان کی خالص ایسی پیداوار ہے کہ کسی قوم اور کسی اور خط کا اس پر احسان نہیں۔ اس لئے یہ خالص ہندوستانی خط ہے تو اولاً یہ بات سرے سے غلط ہے اور تاریخ خطاطی اور قرائن اور اشوک اور چندر گپت کے وقت کے کتبوں اور واقعات و تاریخ کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر کچھ ضمناً

صرف کچھ باتوں کی طرف اشارات کر دئیے گئے۔ بعض خطوط اور حالات تاریخی کا بیان بطور اجمالی فہرست کے کر دیا گیا ورنہ ان میں ہر خط اپنی تاریخ کی تفصیل کا محتاج ہے اور ہر خط کا ایک ایک حرف اپنی تاریخ آپ بتانے کے لئے صورت بنیں عالم میں سِس کہتا ہوا خاموش ہے جیسا کہ الف کی صورت تحریر کے تاریخی انقلاب کا مختصر سا ذکر اس بات کے ثبوت میں پیش کر دیا گیا۔

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۴۴) ذکر کیا گیا کہ دیوناگری خط یا ہندی خط ایرانیوں یا ہندی باختری یا کسی اور بدیسی خط کی وجہ سے اولاً ظہور میں آیا۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یہ اتنا مقدس خط ہے اور اس میں اتنی روح مذہبیت ہے جتنی قدیم ہیراطیقی خط میں ہے اور مذہبی خط ہے اور مذہبی قدیم کتابیں اس میں لکھی گئیں ہیں۔ جب عوام الناس مجاز نہ تھے کہ یہ خط لکھیں اور اشلوک سنیں تو خطاطی کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذہبی خط کو ہمیشہ ملکی اور عوام الناس کے خط سے بالکل ہی الگ رکھا گیا ہے۔ مشرقی خطوط میں تو یہ ابتدا ہی سے رواج تھا جیسا کہ ہیراطیقی اور پالمیری خط وغیرہ کی مثالیں شاہد ہیں اس لئے دیوناگری کی حیثیت ملکی دفتری اور عدالتی خط قرار دی جانے کی مستحق بربنائے رسم و رواج نہیں۔

ہندی نستعلیق کا خط جو ہندوستان میں رائج ہوا وہ بالکل وہی نہیں جو ایران کا نستعلیق خط ہے۔ ایران کی نستعلیق میں ٹ۔ ڈ اور ڑ حروف ہجی کا جزو نہیں۔ ہندی نستعلیق جس میں ٹ۔ ڈ۔ ڑ شامل کئے گئے یہ ہندوستان میں شامل کئے گئے اور بھاشا کی وجہ سے شامل کئے گئے۔

اسی تاریخی ذکر کے سلسلے میں دو باتیں ایسی ہیں جو یونہی چھوڑ
دینے کے قابل نہیں۔ ایک تو یہ بات ہے کہ خط کے طریقہ تحریر پہ نظر
کرنے سے یہ ایک تاریخی بات معلوم ہوئی کہ دنیا میں سب سے
پہلے خط کا جو نقش کھینچا گیا اس میں لکیر اور تصویریں داہنی طرف
سے بائیں طرف کو بنائی گئیں۔ یہ ایک فطری بات تھی جو عمل میں
آئی پھر بعد کو بائیں طرف سے داہنی طرف کو بھی خطوط لکھے گئے
تفصیل اور نفسیاتی حیثیت سے اس مسئلہ پہ روشنی ڈالنا مقصود

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۴۹) بھاشا اپنا نمائندہ ان حروف کو قرار دے کر تمام حقوق
سے دست بردار ہوگئی اور یہ موجودہ ہندی نستعلیق خط ہندوستان کی پیداوار
اور اسی طرح یہاں کی پیداوار ہے۔ جس طرح دیوناگری یہاں کی پیداوار ہے
خطاطی کی تاریخ بتاتی ہے کہ اکثر خط کی ایجاد اسی طرح ہوتی ہے کہ کچھ
بدلنے اور کچھ نئے حروف ادھر سے کچھ ادھر سے لے لئے گئے اور نیا
خط وجود میں آیا۔ اکثر شکل و صورت بالکل یکساں رہی یا کچھ برائے نام
فرق پیدا کر دیا گیا۔ خطاطی اور خط کا عنوان تاریخی ہے وہ بھی ہندی نستعلیق
خط پر صادق آتا ہے۔ ایران کے نستعلیق اور ہندوستان کے نستعلیق
کی صورت و شکل میں اسی طرح کا فرق ہے جس طرح ایران کے آدمی اور
ہندوستان کے آدمی میں فرق ہے اور اس فرق کو ہر شخص مشکل سے
سمجھ سکتا ہے، صرف صاحب ادراک خوشنویس اور خطاط سمجھ سکتا ہے
ورنہ یوں تو ایرانی کے جسم میں وہی اعضا ہوتے ہیں۔ جو
ہندی آدمی کے جسم میں ہوتے ہیں۔

نہیں بصرف اس کی مختصر تاریخ یوں سن لیجئے کہ کہا جاتا ہے حضرت آدم سے حضرت سلیمانؑ کے عہد تک داہنی طرف سے بائیں طرف کو اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ سے حضرت دانیالؑ کے زمانہ تک پتہ چلا ہے کہ حروف بائیں سے داہنی طرف کو لکھے گئے۔ اس دوران میں جو خطوط کتابت کے لئے مستقل سمجھ قائم کر چکے تھے وہ بدستور بعد میں رہے جو نئے خط پیدا ہوتے گئے وہ اسی طرح جیسے ذکر کیا گیا دورِ زمانہ کے تابع ہوتے گئے۔ یہ بات خطاطی کی تاریخ میں اس لئے بہت

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۰) مگر حقیقتاً کچھ ایسی باتیں فرق کی ہیں جو ہندی اور ایرانی کو الگ کر دیتی ہیں اس سے زیادہ باتیں صاحب اوراک کے لئے ہندی نستعلیق اور ایرانی نستعلیق میں موجود ہیں لیکن یہ مسئلہ اس حیثیت سے کبھی سامنے آج تک لایا ہی نہیں گیا نہ ملک کے لیڈروں کو خطاط کی حیثیت سے اس پر بحث کی ضرورت پڑی اس لئے یہ پردے کی بات پردے ہی میں رہ گئی۔ جب کبھی اس حیثیت سے خط کی بحث سامنے آئے تو ہندی نستعلیق کی حیثیت اور ہندی اور دیوناگری کی حیثیت ایک ہے۔

۲- خط کی بحث کے ساتھ زبان کے مسئلہ کو شامل کر دیا جائے تاکہ نستعلیق کو ملکی خط کی حیثیت حاصل نہ ہونے پائے اس لئے یہ دیکھنا ہے کہ اردو اور ہندی کی حیثیت اس ملک میں بہ حیثیت ملکی زبان کے کیا ہے۔

یہ مسئلہ بہت آسان اور صاف ہے نہ ہندی زبان باہر سے آئی نہ اردو۔ دونوں ہندوستان کی پیداوار ہیں اور ان کو نہ کسی اسلامی ملک ملک سے واسطہ ہے نہ اسلامی ممالک کے رہنے والوں سے سروکار نہ

اہم اور قابل ذکر ہے کہ تحریر و کتابت میں رخ اور طریقۂ تحریر کا اثر انسانی صحت سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اور خطاطی کے دور میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ دنیا کی متمدن قوموں کی توجہ اس طرف منعطف ہوتی ہے۔ کسی خط کا رخ داہنی سے بائیں کو یا بائیں طرف سے داہنی طرف کو اس طرح پھیر دینا کہ وہ اپنے تاریخی طریقۂ تحریر کو چھوڑ دے آسان نہیں مگر رخ کی وجہ سے ہاتھ آنکھ اور اعصاب پر جو اثر پڑتا ہے اس بات کو ملحوظ رکھ کر اگست ۱۸۹۱ء کی ساتویں بین الاقوامی

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۱) مسلمانوں کی قومی زبان عربی ہے اردو قومی زبان مسلمانوں کی نہیں۔ جب یہاں آئے تو فارسی عربی بولتے ہوئے آئے۔ اردو زبان عرب یا ایران سے ساتھ لے کر نہیں آئے۔ ممالک اسلامی کے مسلمان اردو زبان کو اسلامی زبان نہیں مانتے نہ حقیقتاً اردو اسلامی زبان ہے۔ اس حیثیت سے اس کو کوئی جگہ کبھی نہ اسلامی ممالک میں ملی نہ یہاں۔ عجب مصیبت اور بے وفائی کا شکار ہمیشہ اردو زبان رہی کہ ہندو اس کو اپنے آغوش میں لینے سے کراہت کرتے ہیں، باہر کے مسلمان اسے اسلامی زبان نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آغوش میں نہیں لیتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی چلن اور خداداد قابلیت سے خود وسعت پیدا کر کے تجارتی یا اور ضرورت کی وجہ سے یہ عالمگیر زبان ہو گئی۔ بہر حال اردو زبان ہندوستان کا تحفہ ہے اور یہیں کی پیداوار ہے۔ ہندو مسلمانوں اور تمام ملک والوں کی صدیوں کی سعی کا یہ نتیجہ ہے اس لئے اس کی پرورش اور سرپرستی کے فرائض ہندو مسلمان دونوں پر عائد ہوتے ہیں اور جس طرح

کانگریس میں جو بمقام لندن منعقد ہوئی تھی طبی طور پہ غور ہو کر بہت سے طریقے جو صحت کے لئے خط کی تحریر میں مضر تھے دور کئے گئے اور بعض اصول پر نظر ثانی کی گئی۔ مشرقی دنیا میں اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔

دوسری بات جو خطاطی کی تاریخ میں کچھ کم قابل توجہ نہیں وہ اس کے اثرات ہیں جو تاریخی حیثیت سے مختلف شعبہ حیات اور علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس قدر طول طویل مضمون کے بعد اس پر بھی

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۲) ایک ماں کی دو اولادیں ہوں اس طرح مادر ہند کی ایک اولاد ہندی زبان ہے۔ دوسری اردو۔ بلکہ اس کو دو الگ اولاد کے بجائے کسی ایسے دو مادے سے تشبیہہ دی جائے جو مل کر ایک ہو گیا ہو اور ایک ذات ہو۔ اس طرح اردو حقیقتاً بھاشا کے ملنے پر اردو ہی بھاشا بھی ہے صرف اس کا نام بدل گیا۔ بہر حال جس طرح یہاں کی یہ زبان ہے یہیں کی پیداوار ہے اور اس مظروف کے لئے یہاں کا نستعلیق خط ظرف ہے۔ دونوں ہندی نژاد زبانیں ہیں اور دونوں الگ الگ خط میں سما گئیں اس لئے ملکی خط کی حیثیت نستعلیق خط کو دئے جانے میں یہ بات اس کے سدراہ کبھی نہ ہونا چاہئے، چاہے کسی زبان کو صاف اور صیقل کر کے اور ترقی دے کر اور کچھ نئے الفاظ اس کے حلق میں ٹھونس ٹھونس کر اور انجکشن دے دے کر اور گھٹا بڑھا کر ملکی زبان بنا دیا جائے جیسا کہ کچھ عرصے سے کوشش جاری ہے۔ چاہے اردو کو بھاشا بنا دیا جائے یا بھاشا کو اردو۔ یا کوئی تیسری زبان رفتہ رفتہ پیدا کر دی جائے ملکی حیثیت

تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں اس لئے کہ اس میں ہر بات جس پر خطاطی کا اثر پڑا اپنی تاریخ دہرانے کے لئے تفصیل کی محتاج ہے۔ مثلاً خطاطی کی تاریخ میں کاغذ اور دیگر سامان کتابت کا تعلق اقتصادیات اور تجارت سے ہے اور اس کا ذکر تمدن سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے دریائے نیل کے کنارے اگنے والے درخت پیرس سے کیوں کر کاغذ بنا اور اندلس کے مسلمانوں سے یورپ نے کیونکر اور کیسے کاغذ بنانا سیکھا اور کاغذ کا اثر خطاطی کی تاریخ سے کیا تعلق رکھتا ہے یہ سب باتیں تفصیل طلب ہیں پھر اسی سلسلے میں حرفوں کے اثرات

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۳) سے اور اپنی سہولت تحریر اور عالمگیری وسعت کیوجہ سے نستعلیق کا خط کبھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔ اسی ہندی نستعلیق کو ہر حالت میں ہندوستانی خط قرار دینا چاہئے۔

۳۔ اب ایک صورت اور یہ رہ گئی کہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان بدیسی ہیں اور ہندو یہیں کے باشندے ہیں (سب تو نہیں ہیں) اور کہا جاتا ہے کہ اس حیثیت سے مسلمانوں کو اس ملک کی زبان اور خط کے مسئلہ میں ہندوؤں کے مقابلہ میں کوئی مضبوط حق اور دعویٰ بحیثیت بدیسی مہمان کے نہیں اور اس وجہ سے ہندی نستعلیق خط کے ملکی خط ہونے میں یہ خیال مانع ہے کیونکہ ان بدیسیوں کے خط کو دیسی زبان کے لئے کیوں ظرف بنایا جائے۔

اول تو یہ بدیسیوں کا خط نہیں۔ یہ ہندوستان کا خط ہے۔ جب ٹ۔ ڈ۔ ڑ بڑھا کر ایرانی نستعلیق سے ہندی نستعلیق خط کا وجود ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ جو لوگ واقعی ہندوستان کے قدیم اصلی باشندے

اور علم الحروف کا ذکر بھی ایک خاص تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ حروف ہجی کی بنا کے وقت کی تاریخ کے سلسلہ میں ابجد ہونے کے اعداد کا ضمنی ذکر آ گیا تھا۔ ان حروف کے اعداد پر ایک خاص علم کی مستحکم بنیاد رکھی گئی ہے جس کو علم الحروف اور جفر جامع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس علم کی ایجاد کا تعلق بتایا جاتا ہے۔ حرفوں سے نقوش اور تعویذ اور اس کے اثرات کا تعلق ضمنی طور پر خطاطی کی تاریخ سے ہے۔ مگر اس کو نظر انداز کر کے تاریخ خطاطی آط

(نوٹ لسلسلہ صفحہ ۵۴) ہیں۔ وہ ڈراویڈین ہیں ان کی زبان الگ، ان کا خط الگ، وہ اس راہ میں حائل نہیں۔ نزاع جس کے مابین ہے وہ دونوں باہر سے آ گئے اور یہیں رہ گئے۔ ایک کو بہت زیادہ زمانہ آئے ہوئے ہو گیا، ایک کو بہت کم۔ مگر ہیں دونوں بدیسی۔ اب دونوں کا یہی گھر، یہیں دونوں کی جائداد، یہیں کاروبار۔ ایک ہی گورنمنٹ کی دونوں حصہ دار ۔ان میں سے کسی کی وہ حیثیت نہیں جو عرب یا ایران کے مسلمان یا چین اور افریقہ و امریکہ یا انگلستان سے آنے والوں کی حیثیت ہوتی ہے یا عارضی قیام کرنے والوں کی حیثیت ہوتی ہے یعنی جن کا حقیقتاً دوسرے ملک سے تعلق ہوتا ہے اور ہندوستان میں برائے نام اور قیام عارضی طور پر ہے اور وہ دوسرے ملک کی رعایا ہیں۔ ان کی زبان الگ ان کی قومیت ملکی اور شخصیت الگ الگ۔ یہاں ملکی قومیت اور تمام اعتبار سے ہندو اور مسلمانوں کی حیثیت اب یکساں ہو گئی۔ مدت اور زمانے کی کمی بیشی کا سوال اس بات کے لئے مانع نہیں ہو سکتا کہ ایک کو کچھ کم یا دوسرے

کا ذکر کرتے وقت حروف ہجی کی ضمنی تاریخ تو بیان کی جائے، اور علم الحروف کا ذکر چھوڑ دیا جائے۔ یہ ایک بڑی اہم فروگزاشت ہوگی اس زمانۂ علم اور سائنس میں ایسے کسی علم کا ذکر معلوم نہیں کیا وقعت رکھے۔ مگر بہرحال یہ ایک علم ہے اور اس کی صداقت مشاہدہ اور عمل سے بارہا ثابت ہو چکی ہے کہ انہیں حروف کے اعداد کسی خاص اصول نہ اثرات کے تحت ہیں معین کئے گئے ہیں اور ان کو ریاضی کے سوال کی طرح عبارت میں لبط کر کے انہیں حروف ہجی اور ان کے

(نوٹ لبلسلہ صفحہ ۵۵) کو مدت کے لحاظ سے زیادہ تعلق ہے یا یہ کہ مسلمان جواب یہاں رہ گئے اور ہندوؤں کی طرح کئی پشتیں ہو گئیں اب ان کو چلے جانا چاہیئے اگر ایسا ہو تو سوائے دراویدین کے کسی اور کو یہاں رہنے اور ٹھہرنے کا حق نہیں نہ اپنا خط پھیلانے کا حق ہے نہ زبان جاری کرنے کا حق ہے۔ اس حیثیت سے بھی نستعلیق خط کو ملکی حیثیت اختیار کرنے کے لئے کوئی امر مانع نہیں۔

نتیجہ یہ کہ خطاطی کے نقطۂ نظر سے ہندی نستعلیق خط ایک مستقل خط ہے اور ہندوستان کی پیداوار اور ہندوستان کا مشترکہ خط ہے اگرچہ صورتاً اس کا خط بہت زیادہ مشابہ ہے۔ یا وہی خط مان لیا جائے جو ایرانی نستعلیق کا خط ہے۔ اس کی ضرورت ویسی ہی ہے جیسے یورپ کے ملک میں مختلف قسم کے رومن خط کی صورت ہے کہ کوئی اپنے اصلی ماخذ سے زیادہ مشابہ ہے کوئی کم۔ ہندی نستعلیق اپنے اصلی ایرانی نستعلیق سے صورتاً تمام پر مشابہ نہیں۔ ایک تو وہی ٹ۔ ڈ۔ ڑ کے اضافے کا فرق اور پھر

اعداد سے صحیح صحیح جوابات نکالے جاتے ہیں۔ استدلال اور بحث
کا محل نہیں نہ یہ خاص جزو اس موضوع کا اصلی مقصد ہے اس
لئے ایک سچی مشاہدہ اور تجربہ کی بات پیش کر دینا اس ذکر کی تائید
میں کافی ہے۔ غالبؔ مرحوم کی خوش فکری اور آزاد خیالی ان کے
اشعار اور عالی مضامین سے ظاہر ہے۔ غالبؔ شاعر تھے علم الحروف
یا جفر جامع کو ایسا آزاد طبع شاعر کیوں ماننے لگا۔
حافظ حاجی مخدوم احمد صاحب مرحوم ایک معمر بزرگ تھے جن کی

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۶) بہت سے جوڑ پیوند اور دائروں اور کشش اور
بعض دیگر باتوں میں فرق ہے۔ اگر اس پر بھی کہا جائے کہ ایک ہے تو یہ بھی
سہی جس طرح یورپ کے تمام خطوط جو رومن خط ہیں مختلف حصوں میں
پھیلے ہیں، نستعلیق اگر ایران اور ہندوستان دونوں جگہ میں رہے تو اس کا
کیا نقصان ہے۔ بلکہ اور زیادہ فائدہ ہے۔ پھر تجارتی اور ملکی تعلقات کی
وسعت کی وجہ سے اور بہتر ہے۔ اب یہ سوال اس زمانے میں ہندی
نستعلیق کے لئے نہیں اٹھایا جا سکتا کہ اس کو ملکی زبان کا خط ہونا چاہئے
اس لئے کہ بھاشا نے اسے اپنے افعال دیدئے جو اصل زبان میں بمنزلہ
روح کے ہیں۔ بھاشا نے اپنے حرف ٹ۔ ڈ۔ ڑ دیتے۔ اپنا تلفظ دیا۔ بھاشا
نے اس کے لئے اپنے کو مٹا دیا بلکہ اس اردو زبان میں سما گئی جس میں نستعلیق
خط لکھا جاتا ہے۔ جو لوگ اب اس کے خلاف ہوں کہ نستعلیق خط کو ملکی
زبان کا خط نہ ہونا چاہئے ان کو یہ بات کسی طرح نظرانداز نہ کرنا چاہئے
کہ ان کے مورث نے عہد مغلیہ میں جب اس کی نشو و نما ہو رہی تھی خود

خدمت میں مجھے بھی نیاز حاصل تھا۔ وہ علم الحروف یعنی جفر کے زبردست اور اکمل روزگار ماہر تھے ان کے استاد ایک عرب جفار تھے یہ حافظ صاحب شاعر بھی تھے اور غالب سے اصلاح بھی انہوں نے لی تھی۔ یہ دونوں بزرگ یعنی حافظ صاحب اور عرب صاحب غالب سے ملے اور ان سے کہیں علم جفر کا ذکر آ گیا۔ غالبؔ علم جفر کی صحت کے قائل نہ تھے۔ طے یہ پایا کہ غالبؔ کوئی مصرع کہیں اور اس مصرع کو خود چھپا رکھیں بحر بتا دیں اور حروف مصرع کے اعداد

(نوٹ بسلسلہ صفحہ ۵۷) اس کی پرورش و پرداخت میں حصہ لیا۔ یہ سوال اس وقت اٹھانا چاہیئے تھا ان کے موروثوں کے نزدیک یہ نہ صرف غیر ضروری تھا بلکہ مہمل اور غیر آئینی تھا۔ اس لئے جب ان قدما مورث نے خاموشی اختیار کی اور اسے ملکی خط تسلیم کرلیا اور صدیوں سے ایسا عمل درآمد ہوتا آیا تو جب متحدہ سعی سے اس کا ڈھانچہ بن رہا تھا اس وقت اس کے لئے ایک ظرف کی تلاش تھی اور اردو بہ حیثیت زبان اور ہندی نستعلیق خط بہ حیثیت ملکی خط کے روپ میں آتا چلا تھا۔ اس وقت یہ سوال پیدا کرنا چاہیئے تھا کہ اس کا خط نستعلیق نہ ہو، دیوناگری ہو یا کچھ اور ہو مگر ایسا نہیں کیا گیا تو اب اتنے دنوں بعد یہ بحث مانع تقریر مخالف سے زیادہ اہمیت، آئین اور اصول کی نظر میں نہیں رکھتی۔ ان حالات کے ماتحت اس مضمون کے موضوع کی ضرورت کے لئے بھی سوائے ہندی نستعلیق کے کسی اور خط کو ہندوستانی خط اس وقت اور اس زمانے کے لئے قرار ہی نہیں دیا جا سکتا۔

باقاعدہ ابجد جوڑ کر بتا دیں اور مصرع بھی چاہے نہ بنا ئیں۔ اس پر کوئی دوسرا مصرع علم الحروف یا علم جفر کے ذریعہ سے استخراج کر دیا جائے۔ چنانچہ غالب کے (۲۲۶۰) کا عدد بتایا۔ یہ یاد نہیں کہ اور کیا باتیں سوال کے متعلق بتائیں۔ وہ مصرع جس کے عدد بتلائے تھے یہ ہے ع

وہ ہے مشتاقِ ستم اور میں ہوں مشتاقِ جفا

اس پر باقاعدہ علم جفر جو مصرع نکلا وہ یہ ہے۔ ع

طینت اس کی اور ہے میری طبیعت اور ہے

حافظ صاحب مرحوم جو غالب مرحوم کے شاگرد تھے فرماتے تھے کہ غالب نے اس کے احترام اور اپنے عذر تقصیر کے لئے تین دن شراب ترک کر دی تھی۔ اس کو اہل علم چاہے معتقدات سمجھیں اور علمی بات نہ سمجھیں مگر بات سچی ہے اور علم جفر کے سچے علم ہونے کی یہ تائیدی مثال ہے۔

اب خطاطی کے اثرات سے ایک جدید اور حیرت انگیز علم کا ذکر کریں جو سائنس اور فلسفہ کے دور میں سترھویں صدی کے ایک مغربی ماہر نفسیات مسٹر باڈول نے فرانس میں ایجاد کیا۔ اس جدید علم کے ذریعہ سے انسان کی سیرت، اخلاق، عادت۔ نیک چلنی، بدچلنی صحت، سن وسال، قوم وقبیلے کا پتہ خط کو دیکھ کر چلا لیا جاتا ہے۔ اس علم کی تائیدی مثالوں میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ۱۷۹۵ء تک نپولین اعظم کے دستخط سے حوصلہ مندی اور اعتماد نفس کا اظہار ہوتا ہے۔ ۱۸۰۹ء میں وہ صرف نپولین لکھتا تھا اور اس کی طاقت

کی ترقی پر دستخط مختصر ہونے لگے تھے۔ دوران جنگ کے تمام دستخطوں کے نیچے جو لکیر نپولین کھینچتا تھا وہ بہت موٹی ہوتی تھی۔ اس کے عام خط سے اس کی تلون طبعی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ واٹرلو کی شکست کے بعد جب اس کا دل پژمردہ سا ہو گیا تو اس وقت کے بعد اس کی تمام تحریروں کو سابقہ تحریر اور دستخط سے ملا کر اس علم کی تائید میں سراغ رسی کی گئی تو معلوم ہوا کہ پھر تا آخر عمر اس کے خط سے روانی رخصت ہو گئی نہ حرفوں میں وہ پیوستگی باقی رہی نہ وہ روانی دستخط کی لکیر میں بھی وہ اوج پسند کشش باقی نہ رہی۔

اسی علم کی تحقیق کے سلسلہ میں محققین نے پتہ لگایا کہ انسان جب بولتا اور گاتا ہے تو آواز کے ساتھ ایک لطیف شے برآمد ہوتی ہے جسے بعض لوگوں نے بصورت رنگ دیکھا ہے، اور بعض نے کسی خاص شکل وصورت میں مشاہدہ کیا ہے۔ اس کی تحقیقات کے سلسلہ میں لطیف آلات کی ایجاد سے پتہ چلایا گیا ہے کہ اگر کوئی گیت گایا جائے تو موجیں مختلف رنگوں میں ابھر آتی ہیں۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر امریکہ کے ایک ماہر نفسیات مسٹر ہنری لارنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ہر شخص کی تحریر رنگین ہوتی ہے اور یہ رنگ جذبات کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔

ہنری لارنس اور اس کے ساتھ اس کے بتائے ہوئے اصول کے تحت بعض لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ خط اور تحریر سے رنگین اور متحرک کرنیں پیدا ہو کر کاغذ پر نظر آتی ہیں۔ بظاہر یہ سب باتیں کچھ اسی طرح بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں جس طرح علم الحروف

سے سوالات کے جوابات نکالنے کا ذکر اوپر کیا گیا مگر مجھے اس کی صحت کا یقین ہے۔ پہلے مجھے معلوم نہ تھا کہ خط اور تحریر سے سیرت۔ عادت اور مرض کا پتہ بھی چلایا جاتا ہے۔ مجھے ایک بارہ عرصہ ہوا ایک اعلیٰ درجہ کے خوش نویس کے خط میں کچھ ایسی باتیں متضاد ملیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ اسے اختلاج قلب کے قسم کی کوئی بیماری ہے کیونکہ ہر جوڑ اور دائرے میں کچھ کچھ کہیں کہیں ایسی باتیں ملتی جاتی تھیں جس سے کچھ شک سا پیدا ہوتا جاتا تھا اور یہ خیال ہوتا تھا کہ خوش نویس کی مشق تحریر کامل ہے مگر کوئی اندرونی کیفیت دل میں ہے جو کمال کے ادا کرنے پر کہیں کہیں مانع اور سد راہ ہوتی ہے بالآخر غور سے معلوم ہوا اور پتہ لگا کر تصدیق کی تو یقین ہوا کہ اسے اختلاج قلب کی بیماری ہے۔

کچھ عرصہ ہوا اخبار پانیر میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ لندن میں ایک لیڈی بیمار پڑی جس طرح وہ اچھی ہوتی جاتی تھی اس کا خط اچھا ہوتا جاتا تھا اور بجائے تھرمامیٹر سے جانچ کرنے کے روز اس کے خط اور تحریر سے اس کی رفتار صحت کا ماہرین فن پتہ لگاتے جاتے تھے۔ آپ کے خود مشاہدہ میں یہ بات آتی رہتی ہے کہ جب آپ کسی ایسے شخص کا خط دیکھتے ہیں جس کے ہاتھ میں رعشہ ہوتا ہے تو بغیر مسٹر باڈول کی نو ایجاد علم کے اصول کو جانتے ہوئے آپ اس کے خط کو دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کی یہ تحریر ہے جس کے ہاتھ میں رعشہ ہے۔ میرے پاس ایک اعلیٰ درجہ کے خوش نویس کا کتبہ ہے۔ جس کو دیکھ کر آپ میں سے ہر شخص یہ بتا دیگا

کہ لکھنے والے کے ہاتھ میں رعشہ ہے۔ بہر حال اس پر بحث ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ خطاطی کے اثرات میں یہ وہ حیرت انگیز کرامت ہے کہ اب تک شاعری کو جزو پیغمبری کہا جاتا تھا۔ اب خطاطی کو جزو پیغمبری کہنے میں کیا تامل ہے۔

پانچ چھ ہزار سال پہلے کبھی تصویروں کو خیال کا پیرتو قرار دے کر خط کی ایجاد میں حصہ لیا گیا اور اسی خیال اور خطاطی کے اثرات نے آج دنیا میں انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ کاش مصر اور عراق اور بابل کے قدیم تمدن والے انسان جو عمارتوں پر تصویریں غاروں اور مٹی کی تختیوں پر نقوش خط چھوڑ گئے اور ان کے کتبے آج تک گنج گراں مایہ کی طرح زمین اگلتی جاتی ہے۔ آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ وہ پرانی دنیا کی فضا اور سناٹے ہیں جب نہ موٹر کی سیٹی کی آوازیں تھیں نہ ہوائی جہاز کی گھڑگھڑاہٹ تھی، انہوں نے جو خط ایجاد کیا اور جو محنت کی تھی وہ کس طرح ٹھکانے لگی۔ فقط

فنِ خطاطی کا ایک نادر ذخیرہ

(از محمد ایوب قادری بی اے)

مسلمانوں نے ہر دور میں علوم و فنون کی بہت گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور بڑی قدر دانی و سرپرستی کی ہے، جس علم و فن سے بھی ان کو تعلق ہوا اس میں انہوں نے امتیاز حاصل کیا اور قابل قدر اضافے کئے خصوصاً فنِ خطاطی میں مسلمانوں کے بڑے کارنامے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہم خطاطی کو خالص اسلامی فن کہہ سکتے ہیں۔ فنِ خطاطی سے مسلمانوں کے جمالیاتی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس فن سے نہ صرف طلباء، مدرسین اور ذی علم حضرات ہی کو تعلق رہا بلکہ بڑے بڑے امیروں، شہزادوں اور بادشاہوں نے بھی خطاطی کے بہترین نمونے یادگار چھوڑے ہیں یہاں ہمیں خطاطی کے ایک نادر ذخیرے کا تعارف کرانا مقصود ہے جس سے ہمارے ثقافتی ورثہ میں بعض گم شدہ نوادر کا اضافہ ہوگا اور فنِ خطاطی کی تاریخ کی تدوین میں مدد ملے گی۔

فنِ خطاطی کا یہ نادر ذخیرہ ۱۴۲ قطعات پر مشتمل ہے جس میں بعض مشہور و معروف خطاط مثلاً میر پنجہ کش، میر جلال الدین، عباد اللہ بیگ

اور شنکر ناتھ دہلوی وغیرہ کے قطعات نیز عبدالرشید دیلمی اور میر علی کے قطعات کی نقول شامل ہیں۔ ہم اس مجموعہ کو مضمون کی ترتیب کی سہولت کے پیش نظر چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(الف) ان خوش نویسوں کے قطعات جن کے حالات عام طور سے ملتے ہیں۔

(ب) وہ قطعات جن میں خوش نویسوں کے نام اور دوسری معلومات دی ہوئی ہیں۔

(ج) وہ قطعات جن میں خوش نویسوں کا نام نہیں ہے مگر بعض دوسری معلومات دی ہوئی ہیں، مثلاً کسی کی وصلی کا نمونہ یا چربہ ہے یا کسی کی فرمائش پر لکھا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

(د) وہ قطعات جن میں سوائے عبارت کے اور کچھ تحریر نہیں ہے۔

ان قطعات سے فن خطاطی کے متعلق بعض نئی اور مفید معلومات ہوئیں مثلاً مفتی صدرالدین خاں آزردہ دہلوی ایک عالم فاضل کی حیثیت سے متعارف ہیں، لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ بہترین خطاط بھی تھے اور اس فن میں انہوں نے سراج الدین ابوظفر شاہ دہلی سے استفادہ کیا تھا۔ پہلے یہ ذخیرہ ہمارے کتب خانے میں تھا۔ مگر اب نیشنل میوزیم آف پاکستان (کراچی) کی ملکیت ہے۔

(۱) میر پنجہ کش اصل نام محمد امیر رضوی ہے۔ دہلی کے مشہور خطاط تھے فن پنجہ کشی میں استاد کامل تھے اسی لئے میر پنجہ کش کے لقب سے مشہور ہیں۔ مؤلف تذکرہ خوش نویسان[۱] لکھتے ہیں

۱؎ مولانا غلام محمد دہلوی تذکرہ خوش نویسان ص ۱۷ (مطبع بپٹسٹ مشن کلکتہ ۱۳۲۸ھ)

دے در ہنر پنجہ کشی و کشتی و بانک و مصوری و نقاشی و لوح جدول و صحافی۔ علاقہ بندی و سنگ تراشی وغیرہ دست گاہِ کامل دارند"! ابتدا میں قدیم اساتذہ کے طرز پر لکھتے رہے، مگر بعد میں مولانا غلام محمد دہلوی مؤلف تذکرۂ خوش نویسان کے مشورے پر آقا عبدالرشید دیلمی کا انداز اختیار کیا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آقا دیلمی اور میر پنجہ کش کے نوشتوں میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ مہاراجہ الور کی فرمائش پر سترہ سال میں گلستان لکھی[1]۔ مؤلف "تذکرہ خوش نویسان" سے میر پنجہ کش کے بڑے اچھے تعلقات تھے، انقلاب ۱۸۵۷ء میں میر پنجہ کش کے گولی ماردی گئی۔ سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں خوش نویسوں میں سب سے اوّل میر پنجہ کش کا ہی ذکر کیا ہے[2]۔

(۱) میر پنجہ کش کے دو قطعات ہیں اوّل پر مندرجہ ذیل عبرت آموز شعر ہے ؎

سکندر آیا زمیں ناپتا جو تا لبِ گور
صدا یہ گوش میں آئی دہانِ تربت سے
بس اب نہ کھینچئے گام و رسن سے پیمائش
یہاں کی ہوگی مساحت جریب، قامت سے

یہ قطعہ ۱۲۵۳ء کا مخطوطہ ہے۔

---

[1] یوسف بخاری برِّ صغیر میں خطاطی ماہ نو کراچی جلد ۱۱ شمارہ ۶ ستمبر ۱۹۵۸ء
[2] سر سید احمد خاں بہادر آثار الصنادید باب چہارم، ص ۲۰۲ (مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

(۲) دوسرا قطعہ میر پنجہ کش کی وصلی کا چربہ ہے جس پر یہ شعر تحریر ہے ؎

سگِ حق ناشناس   بہ از آدمی ناسپاس

(۳) میر پنجہ کش کا ایک خاکہ ہے جس میں تحریر ہے :۔

"ومنھو ان لایشبعان" نیچے تحریر ہے :۔

"مشقہ محمد امیر رضوی"

خط نستعلیق میں دو اشعار بھی تحریر ہیں ؎

خط از جملہ ہنرہا دل پذیر است
اگر منعم بود آرائش اوست
چو روح اندر تن برنا و پیر است
و گر درویش باشد دستگیر است

شنکر ناتھ کشمیری پنڈت، دہلی وطن اور نادر تخلص تھا۔ صالح خلیق اور مودب تھے ابتدا میں خط نستعلیق و شفیعہ کی مشق مولانا غلام محمد دہلوی مولف "تذکرۂ خوش نویسان دہلی" سے کی[۱] خط شکستہ مولوی حیات علی سے سیکھا سید احمد خاں لکھتے ہیں کہ مولوی حیات علی کے بعد خط شکستہ میں ان (شنکر ناتھ) سے بہتر شاہجہاں آباد میں کوئی نہیں ہوا[۲] تقریباً ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا[۳]

---

[۱] تذکرۂ خوش نویسان ص ۱۲۲
[۲] آثار الصنادید ص ۱۲۲ (باب چہارم)
[۳] تذکرہ خوش نویسان ص ۱۲۲ (حاشیہ)

(۱) شنکر ناتھ کے ۲۳ قطعات ہیں، جن میں سے چار پر واضح طور سے "شنکر ناتھ" تحریر ہے۔ ایک اکبر شاد کے سن جلوس ۲۱ سنہ مطابق ۱۲۵۲ھ کا ہے۔ دوسرا ابوظفر بہادر شاہ کے سن جلوس ۲ سنہ مطابق ۱۲۵۵ھ کا ہے۔ شنکر ناتھ نے ایک قطعہ پر اپنے لڑکے کا نام امر ناتھ لکھا ہے۔ اٹھارہ نمونے ایسے ہیں جن پر شنکر ناتھ نہیں لکھا ہے، مگر واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شنکر ناتھ کی تحریر ہے۔ یہ اٹھارہ تختیاں حروف تہجی کے درج ذیل الفاظ کی مشقیں ہیں:-

ب ۲ عدد، ج ۴ عدد، س ۲ عدد، ص ۲ عدد، ط ۳ عدد، ع ایک عدد، ف ۲ عدد، ک ایک اور ق ایک عدد

ان تختیوں میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان میں خط شفیعہ کی مشق جلی حروف میں کی گئی ہے، عام طور سے جلی حروف میں مشق نہیں ملتی ہے

میر جلال الدّین

میر جلال الدّین کے والد میر امام علی اپنے زمانے کے مشہور خطاط تھے، فن نسخ میں کمال رکھتے تھے۔

میر جلال الدین نے بھی خط نسخ اپنے والد سے سیکھا۔ ابو ظفر بہادر شاہ نے میر امام علی اور میر جلال الدین دونوں سے فن خوش نویسی سیکھا تھا۔[1] میر امام علی کے ہاتھ کے لکھے ہوئی قرآن کریم کی بیس جلدیں اور میر جلال کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سات جلدیں انقلاب ۱۸۵۷ء دہلی میں ضائع ہوگئیں یہ تمام جلدیں مطلا و مذہب تھیں۔[2] میر جلال الدین مشہور شاعر ظہیر دہلوی کے والد

---

[1] تذکرہ خوش نویسان ص ۱۲۹ و آثار الصنادید ص ۱۲۱

[2] ظہیر دہلوی داستان غدر ص ۲۲۴ (کریسنٹ پرنٹنگ پریس لاہور سنہ ۱۹۵۵ء

تھے "مرصع رقم" کے خطاب سے سرفراز تھے، میر جلال الدین کا تحریر کردہ ایک قطعہ ہے جو خط نسخ کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں اشعار ذیل درج ہیں ؎

تا دو معنی بہر لفظ چنگ، و قانون آمدند

لفظ پردازان معنی ساز در بزم بیاں

باز اقبالش بصید ملک رنگیں چنگ باد

تار چنگ عمر تش باد از گسستن در اماں

ہم بہ آہنگ ثنایش نغمہ قانون دہر

ہم بوفق مدعایش رسم قانون زماں

عباد اللہ

میرزا عباد اللہ بیگ دہلی کے رہنے والے، والد کا نام مرزا عبد اللہ بیگ ہے، میر پنجہ کش کے شاگرد تھے میر مرحوم نے بڑی محنت سے خط نستعلیق سکھایا مسلم الثبوت استاد تھے۔ خوش نویسی میں "زمرد رقم" کے لقب سے مشہور تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی چھوڑ کر پٹیالہ چلے گئے[1] سر سید احمد خاں لکھتے ہیں کہ ان کے مرتبہ کو نستعلیق نویسی میں آغا صاحب کے بعد کوئی نہیں پہنچ سکتا[2] مرزا عباد اللہ کے دو نمونے ہیں:۔

(۱) اول میں "ذرۂ بے مقدار عباد اللہ ۱۲۷۴ھ"، تحریر ہے۔

(۲) دوسرے "عباد اللہ تلمیذ رشید میر محمد امیر پنجہ کش مرحوم" تحریر ہے اور یہ مشق ہے: "و احسن کما احسن اللہ الیک"، کی ہے۔

---

[1] تذکرۂ خوش نویسان ص ۱۷۴

[2] آثار الصنادید ص ۱۲۱ (باب چہارم)

مفتی صدرالدین آزردہ

مفتی صدرالدین آزردہ دہلی کے مشہور عالم تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین وغیرہ سے تحصیل علم کیا، دہلی کے صدرالصدور رہے، مرزا غالب سے گہرے تعلقات تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مشہور فتویٰ جہاد پر دستخط کئے، اس جرم میں نصف جائداد ضبط ہوئی اور بڑی مشکل سے جان بچی ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا[1]۔ مفتی صدرالدین آزردہ فن خوش نویسی میں ابوظفر بہادرشاہ دہلی کے شاگرد تھے، مفتی صاحب کا ایک نمونہ تحریر ہے جس میں دو ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ" تحریر ہے۔

تلمیذ شاہ ظفر

خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار ابوظفر بہادرشاہ فن خطاطی میں استاد کامل تھے، میر امام الدین علی اور میر جلال الدین کے شاگرد تھے۔ ابوظفر بہادرشاہ کے بعض کتبے ہماری نظر سے گزرے فن خوش نویسی میں اکثر لوگ بادشاہ کے شاگرد تھے۔ مفتی صدرالدین آزردہ کا اوپر ذکر ہوا بادشاہ کے کسی دوسرے شاگرد کے ایک کتبہ کا نمونہ اور ملا ہے، افسوس کہ اس شاگرد کا نام معلوم نہ ہو سکا یہ کتبہ خط تغری میں تحریر ہے، عبارت پڑھنے میں نہیں آئی، نام بھی چھٹ گیا ہے۔ "تلمیذ ظفر غفر لہما" صاف لکھا ہوا ہے۔

---

[1] مفتی صدرالدین آزردہ کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہوں (۱) رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند ص ۹۰۳، ۹۴ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء (۲) فقیر محمد حدائق الحنفیہ ص ۴۸۱ د ۴۸۲ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء (۳) نواب صدیق حسین خاں ابجد العلوم ص ۹۰۳-۹۰۴ مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۵ھ۔

محمد حسین خط نسخ کے بہترین لکھنے والے تھے۔ احمد تبریزی کے انداز پر لکھتے تھے [۴۲] خط نسخ کا ایک نامکمل نمونہ ہے۔ جس میں حوالہ منشکل برح عمیق " النا لکھا ہوا ہے۔

محمد ہادی اصل رہنے والے دہلی کے تھے مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی تھی لکھنؤ کے مشہور خطاط حافظ ابراہیم کے شاگرد تھے لکھنؤ میں خط نسخ، نستعلیق اور طغریٰ نویسی میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے [۱] محمد ہادی کا ایک کتبہ ہے جس میں یہ شعر تحریر ہے۔

ہمیشہ بہ نیکی و نیک اختری ⁂ بماں برسر بخت اسکندری

میر علی میر علی ہرات کا باشندہ تھا اس کے باپ کا نام محمود تھا۔ میر علی، سلطان علی کا شاگرد تھا تمام علوم میں دستگاہ رکھتا تھا۔ شعر سے بھی ذوق تھا رفیق تخلص تھا۔ اس کا خط ضرب المثل تھا۔ صاحب تذکرہ خوش نویسان لکھتے ہیں [۴۳] "نوشتہ سندی این بزرگ بہم رسیدن خیلے دشوار است و مردم در اکثر نوشتہ نام بزرگان و رفتگان نوشتہ خلق را درہم انداختہ اند" اس ذخیرہ میں میر علی کے کتبے کی ایک نقل ہے۔ کتبہ میں یہ عبارت لکھی ہے۔ مطابق نقل نہ گرفتند" نسخ و نستعلیق دونوں تحریروں کے نمونے ہیں۔ نسخ میں لکھا ہے۔

قال امیر المومنین ابن ابی طالب (علیہ السلام) ایمان المرء یعرف

---

(۴۲) سر سید احمد خاں بہادر آثار الصنادید ص ۴۲-۵۱ (باب چہارم

۴۳ تذکرۂ خوش نویسان ص ۱۲۹

۱۔ عبد الحلیم شرر، مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گذشتہ لکھنؤ) ص ۲۱۶، ۲۱۸ (رشید آرٹ پریس کراچی سنہ ۱۹۵۸ء)

بایمان اخوان ہذا الزمان اسی طرح "انما المومنون اخوۃ" کی تشریح فارسی نثر میں بخط نستعلیق تحریر ہے، جو نامکمل ہے۔ میر علی کے کتبہ کی نقل کرنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

عبدالرشید ویلمی

عبدالرشید ویلمی، میر عماد کا ہمشیر زادہ اور شاگرد تھا، فن خطاطی کا امام تھا، شاہجہاں کے زمانے میں برصغیر ہند و پاک میں آیا اور دارا شکوہ کی استادی پر مقرر ہوا، اکبر آباد میں سکونت اختیار کی، عمارات عالی شان اور محلسرا وغیرہ تعمیر کرائیں اکبر آباد ہی میں ۱۰۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ سعیدای اشرف نے قطعہ تاریخ انتقال کہا ہے ؎

شورش و غوغا فتاد از مرگ ایشان در جہاں
با خبر شد چونکہ پیر عقل ازین ماجرا
روئے بامن کرد و گفت اشرف بگو تاریخ آن
چون ترا بودند ایشان اوستاد و پیشوا
گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن
بود ماہم مردن آقا رشید وصا یا
سنہ ۱۰۸۱ھ

عبدالرشید ویلمی کی تحریر کے دو نمونے ہیں، جو اس کے کتبوں کی نقل معلوم ہوتے ہیں۔ پہلے نمونے میں یہ اشعار تحریر ہیں۔

صورت معنی فطرت معنی ایجاد خلق
سرفراز نسل آدم نفس خیر المرسلین
مقصد تنزیل بلغ مظہر انوار غیب
مقطع یتلوہ شاہد مطلع حبل المتین

صاحبِ یوفون بالنذر آفتاب المنا

قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین

در جہاں از راہ حشمت چون جہانِ درجہاں

در زمین از راہ رفعت آسمانے بر زمین

ان اشعار کے نیچے یہ عبارت تحریر ہے :۔

"الراجی الی اللہ المنان فقیر عبد الرشید دیلمی در مستقر الخلافۃ آگرہ فی ۱۰۸۰؁ھ درین شیوۂ آغائی بر دستہ حافظ نور اللہ است،،

"تذکرۂ خوش نویسان میں دیلمی کی وفات ۱۰۸۱؁ھ تحریر ہے جیسا کہ اوپر قطعہ تاریخ انتقال لکھا گیا ہے اور تاریخ محمدی میں ۱۰۸۵؁ھ تحریر ہے۔ لیکن اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرشید دیلمی ۱۰۸۰؁ھ تک حیات تھا۔

دوسرے کتبہ پر صرف اتنا تحریر ہے۔

"مشقہ العبد عبد الرشید غفر ذنبہٗ"

(ب) **احمد یار بیگ** دہلی کا باشندہ فن خوش نویسی میں ماہر کامل تھا۔ اس خطاط کے طغروں کے پانچ نمونے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ۱۲۶۹؁ھ کا تحریر کردہ ہے۔ پہلی سطر میں ہے۔

"الدال علی الخیر کفاعلہٖ"

دوسری سطر پڑھنے میں نہیں آئی۔

(۲) دوسرا نمونہ ۱۲۶۹؁ھ کا ہے اس میں "استعینو علی الحوائج بالکتمان" تحریر ہے

(۳) ۱۲۷۰؁ھ میں تحریر ہوا ہے اور اس میں یہ عبارت لکھی ہے۔

کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ اور ایک شعر بھی لکھا ہے۔

کبوتر با کبوتر باز با باز

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

(۴) ۱۲۱۷ھ میں تحریر ہوا ہے اور اس میں یہ شعر تحریر ہے:۔

یہ کھو دو جلد بدر الدینؔ[1] نگین پر

امین الدین رہے احمد کے دین پر

(۵) یہ ۱۲۱۷ھ کا نمونہ ہے۔ عبارت پڑھنے میں نہیں آئی۔ احمد یار بیگ نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔

مشقہ عبد المذنب احمد یار بیگ خاں،،

محمد فاضل اس شخص کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس خطاط کی ایک تحریر کا نمونہ بشکل خاکہ ہے جس میں درج ذیل شعر لکھا ہے

چون کنم وصفِ جودِ تو تحریر

ہمچو دستت زخامہ زر بچکد

حسن شاملو اس کا بھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا اس خطاط کا بھی ایک کتبہ ہے جس میں نسخ و نستعلیق دونوں خطوں کے نمونے ہیں۔ یہ شخص اپنے فن میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔

---

[1] بدر الدین مہر کن، میر پنجہ کش کے شاگرد تھے مہر کنی میں نظیر نہیں رکھتے تھے دریبہ کلاں دہلی میں مکان تھا۔ بدر الدین کی بنوائی ہوئی مسجد سنہ ۱۲۲۷ھ دہلی میں موجود ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ خوش نویسان ۴۹۔۸۴۔۸۵ آثار الصنادید ص ۱۲۲ (باب چہارم) بشیر الدین احمد دہلوی واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم ۲۱۳۴ شمسی مشین پریس آگرہ سنہ ۱۹۱۹ء

محمد انور خاں محمد انور خاں کے چار نمونے ہیں جن میں سے دو سنہ ۱۲۸۱ھ کے لکھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک میں یہ رباعی لکھی ہے ؂

اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول تو غائب ز میانہ
گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ

اور دو نمونے نا تمام ہیں۔ محمد انور نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔
"مشقہ راجی الغفران محمد انور خاں غفرلہ"

میر لطیف الدین میر لطیف الدین کے باپ کا نام نعیم الدین ہے۔ یہ ایک طغریٰ ہے عبارت کے اندر مسجد کا نمونہ بنایا گیا ہے عبارت پڑھنے میں نہیں آتی یہ نا مکمل تحریر ہے اور ایک قسم کا خاکہ ہے بعض خط پنسل کے بھی ہیں۔ حاشیہ پر ہدایات دی ہوئی ہیں کہ کس خط اور کس رنگ سے اس کو مکمل کیا جائے، یہ طغریٰ رمضان سنہ ۱۲۷۷ھ میں تحریر کیا گیا۔

رضا علی حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس کی تحریر کے تین نمونے ہیں۔
(۱) عبارت نا مکمل ہے۔
(۲) شعر کا مصرعہ اول مکمل ہے جو یہ ہے:۔
"عمرت دراز باد کہ اینز برائے خلق"
(۳) یہ مصرعہ تحریر ہے:۔
"آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

من درویش را کشتی بغمزہ

الٰہی تا قیامت زندہ باشی

یہ تحریر ۱۲۸۳ھ کی ہے، اس کتبہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔

"بخدمت محب درویشان، عالی قدر نواب یاسین محمد خاں دام عزتہ و حشمتہ"

یہ نمونے نستعلیق کے ہیں۔

میر کرام الدین ان صاحب کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا مشق کے دو نمونے ہیں:

(۱) مفرد حروف کی مشق ہے۔ پیمائش کے لئے نقاط بھی دئے ہوئے ہیں۔

(۲) مرکب حروف کی مشق ہے۔ نقاط اس میں بھی دئے ہوئے ہیں۔

دونوں پر لکھا ہوا ہے۔

مشقہ میر کرام الدین

عنایت حسین دہلی کے باشندے تھے، فن خوش نویسی میں کمال حاصل تھا "دوالیہ منکل رح عمیق" کو الٹا لکھا ہے

نیچے یہ عبارت تحریر ہے:۔

"مشقہ عنایت حسین غفرلہٗ ساکن دہلی چہارم ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۶ھ تحریر نمودہ شد"

حافظ عبد الحق حافظ عبد الحق صاحب نے کسی استاد کی وصلی کی مشق کی ہے، انہیں عبد الستار خاں کے ذریعہ سے

ملی ہے، ان دونوں بزرگوں کے حالات معلوم نہ ہو سکے یہ اشعار تحریر ہیں:-

رفتم بسیرِ باغ و دیدم بہر چمن
از بہرِ چیدن گل تاریخ پنجتن
ہر غنچہ را کشودم و دیدم بہر گلے
تاریخ شاں بیافتم الا بہ یاسمن
اول دو حرف بہرِ محمد و فاطمہ
آخر سہ حرف بہرِ حسین و علی حسن

یہ خط نسخ کا نمونہ ہے۔

عبدالعزیز اعجاز | عبدالعزیز اعجاز کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا خط نستعلیق کا ایک نمونہ تحریر ہے جس کی عبارت یہ ہے:-

"عز من قنع و ذل من طمع"

محمد جعفر | خط نسخ کا ماہر کامل تھا صرف ایک نمونہ خطاطی ہے جس کی یہ عبارت ہے:-

ناد علیا مظہر العجائب :: تجدہ عونا لک فی النوائب
کل ہم و غم سینجلی :: بولایتک یا علی یا علی یا علی

نیچے تحریر ہے۔ "مشقہ فقیر حقیر خادم الفقراء محمد جعفر"

سید غالب علی | سید غالب علی کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا، مگر خطِ نستعلیق و شکست میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ دو نمونے نستعلیق کے ہیں۔

(۱) اس میں "الٰہی تا جہاں باشد تو باشی" تحریر ہے۔
دوسرے میں یہ شعر لکھا ہے:۔

"زنگولہ بگوش گشتہ نازر ؎ میداد بہ قم باذنی آوازہ"

اس میں ایک شعر خط شکستہ میں بھی تحریر ہے جو پڑھنے میں نہیں آیا۔ دونوں کتبوں میں نام اس طرح تحریر ہے۔

کتبہ سید غالب علی غفر ذنوبہ

محمد صالح خط نسخ میں ماہر تھے، ایک نمونہ ہے جس میں یہ رباعی تحریر ہے:۔

اے معدن لطف وجود احسان و کرم
باشی بجہاں ہمیشہ با طبل و علم
جاہِ تو ز جاہ جم فزون تر گردد
عمر تو بعمر خضر بادا توام

"سید محمد صالح"

محمد عارف خط نسخ و نستعلیق میں استاد تھے صرف ایک نمونہ ان کی تحریر کا ہے۔ جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے

نادِ علیا مظہر العجائب ؎ تجدہ عوناً لک فی النوائب
کل ہم و غم سینجلی ؎ بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی

ان دونوں سطروں کے درمیان درج ذیل حدیث تحریر ہے۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فان العبد الخلق بغیر ذکر اللہ۔
یہ تمام عبارت خط نسخ میں تحریر ہے۔

اصغر علی خاں | خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا افسوس کہ حالات نہ مل سکے ایک نمونہ نستعلیق کا ہے، جس میں یہ

عبارت تحریر ہے :-

یارب بکمال عافیت بر دوام باد
اقبال و دولت و شرف مستدام باد
سال و مہت مبارک و روز و شب بخیر
بخت بلند و گردش گیتی بکام باد

نیچے لکھا ہے :- "کتبہ اصغر علی خاں"

ہیرالال معجز رقم | یہ خوش نویس بھوپال کا رہنے والا تھا۔ اس کی تحریر کے دو نمونے ہیں۔

(۱) عربی خط ثلث کے لکھنے کے قواعد تحریر ہیں اور آخر میں یہ عبارت لکھی ہے۔

"قواعد عربی خط ثلث از ہیرالال معجز رقم خوش رقم رائے امانی در بلدہ بھوپال نوشتہ شد" ۱۲۶۰ھ

(۲) یہ کتبہ ۱۲۸۴ء کا لکھا ہوا ہے۔ خط نستعلیق ہے بعض جگہ سے کرم خوردہ ہے۔ اس لئے صاف پڑھنے میں نہیں آرہا ہے۔

رحیم اللہ | دہلی کے باشندے اور آغا مرزا کے شاگرد تھے۔ نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ ان کا ایک نمونہ تحریر ہے جس میں

درج ذیل رباعی لکھی ہے۔

الٰہی عاصیم استغفر اللہ
تو ئی فریاد رس الحمد للہ

ندارم ہیچ گونہ توشہ راہ
بجز لا تقنطو من رحمۃ اللہ

محمد عبد المعین — خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا، ایک نمونہ تحریر ملا ہے اس میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں سکندر نے ارسطا طالیس سے سوال کیا ہے اور اس نے اس سوال کا جواب دیا ہے آخر میں تحریر ہے "محمد عبد المعین غفر اللہ ذنوبہ ۱۲۶۷ھ"

محمد قاسم — خط شکستہ کے ماہر تھے۔ ایک تحریر ہے جس میں کچھ نصائح لکھے ہوتے ہیں۔ آخر میں تحریر ہے۔

محمد قاسم عفی اللہ عنہ بپاس خاطر سعادت محمد معظم علی نگاشتہ تاریخ بستم شہر ربیع الاول سنہ یکہزار و دو صد و شصت و ہفت ہجری روز شنبہ "۱۲۶۷ھ"

ذو الفقار احمد[1] — خط شکستہ میں کمال رکھتے تھے شکستہ تحریر کا ایک نمونہ ہے جس میں گلستان سعدیؒ کی ابتدائی سطور لکھی گئی ہیں: "منت مر خدائے عز وجل را کہ طاعتش موجب قربتست و بشکر اندرش مزید نعمت"

---

[1] مولانا ذو الفقار احمد سارنگ پور کے رہنے والے تھے۔ بھوپال کے ممتاز عالم اور نواب صدیق حسن خان کے ممتاز مصاحبین سے تھے انہوں نے کئی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں جن میں سے حکایت الصالحین، طے الفراسخ اور جامع العلوم (ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بہت مشہور ہیں۔ آخری زمانہ میں نواب سلطان جہاں بیگم نے انہیں صدر العلماء کا خطاب دیا تھا۔ بڑے نیک نفس اور ممتاز بزرگ تھے۔

ترقیمہ یوں ہے "مورخہ بست و نہم ۲۹ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ ذوالفقار احمد عفی عنہ"

میر قاسم علی | بھوپال کے ساکن، نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ کے نام کا یہ طغریٰ ہے۔

"نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بہادر"

نیچے یہ عبارت تحریر ہے "نقل طغریٰ میر قاسم علی استاد نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال دام اقبالہا"

(ج) (۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ دونوں جانب سے تحریر ہے اور یہ عبدالرحیم کی وصلی کا چربہ ہے جو کہ منشی امجد کے فرزند تھے۔ خط غبار کا نمونہ ہے۔

(۲) خط گلزار کا نمونہ ہے اور مولوی تراب خاں صاحب (استاد میاں نظیر اکبر آبادی) کے طغرے کی نقل ہے۔ دوسرے نمونہ میں "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ" تحریر ہے۔

(۳) خط نستعلیق کا بہترین نمونہ ہے۔ کسی خوش نویس نے صاحبزادہ محمد علی اکبر کے لئے چند رباعیاں لکھی تھیں۔

ان میں سے ایک رباعی یہ ہے:۔

اے وسعت سینہ ات فزوں تر ز فلک

ادراک درون تو برون تر ز فلک

دست کرم خویش چو آری ....

چوں ریگ بیابان بدے چندیں الک

(۴) کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، خط نستعلیق میں تحریر ہے، منشی غلام احمد صاحب کی وصلی سے اس کا چربہ اول منشی عبدالرحیم ولد منشی محمد امجد نے لیا پھر اس سے اس کاغذ پر لیا گیا۔

(۵) پنسل کا عکس ہے نیچے یہ عبارت تحریر ہے "نقل جملہ اوراق ہذا از کتاب حافظ امجد علی داماد میاں سراج صاحب از معرفت تلمیذ رشید فضل الرحمن بمشکل بتمام گرفتہ نمودہ شد و دریں فرقے نماندہ است معہ کرسی وغیرہ برداشتہ و صحیح نمودہ ام"۔

(۶) عیدالاضحیٰ کے موقعہ کی "عیدی" ہے خط نستعلیق میں تحریر ہے، عیدی کی عبارت یہ ہے:-

مبارک باد بر تو عید قرباں
ہزاراں شادیت باداں زیرداں
بزیر دشنہ ات خصم بداندیش
از و قرباں برنگ گوسپنداں

نیچے یہ عبارت تحریر ہے "بخدمت برہان المشائخ سراج الدین صاحب زیر عرفان کم بدیرا باد"

(۷) یٰسین محمد خان بہادر صاحب دام اقبالہ بخط طغریٰ تحریر ہے یہ عبارت لکھی ہے:-

"این جملہ نقل از معرفت سید انور علی صاحب استاد جناب میاں یٰسین محمد خان صاحب طلبیدہ"

(۸) ایک طغریٰ بشکل شجر ہے، جو کہ عبدالکریم کی وصلی سے نقل کیا گیا ہے عبارت صاف پڑھنے میں نہیں آتی "نواب محمد بہادر" لکھا ہے۔

(۹) محمد اشرف نومسلم خوش نویس[1] بھوپال کے باشندے تھے کوئی نمونہ نہیں ہے مگر عبارت ذیل لکھی ہے :۔

این جملہ نقل از کتاب صد بند سود مند لقمان حکیم دستخطی جناب مرزا عباد اللہ بیگ صاحب خوش نویس تلمیذ رشید میاں امیر پنجہ کش مرحوم کہ محمد اشرف نومسلم از صاحبزادہ میاں علی حسن صاحب آوردہ، الفاظ جو رجملہ عکس و چربہ گرفتہ شد از ۱۳۰۸ھ"

(۱۰) تقطیع خط ثلث۔ یہ عبارت تحریر ہے :۔

درین جملہ تقطیع ہائے خط ثلث از وصلی ہائے قلمی کہ در تاج محل در چوکھٹہ ہا نصب بودند بمعرفت اصغر علی خاں داروغہ نوشتہ بودند"

(د) (۱۳) عدد خط نستعلیق کے ایسے نمونے ہیں جن پر خوش نویسوں کے نام وغیرہ کچھ نہیں ہیں، اس لئے صرف عبارت کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے

(۱) اے از کرمت امید وارم
جز رحمت تو کس ندارم
رحمے کن و دستگیر من شو
اے فیض رساں ہر دو عالم

(۲) ان فی لبنا نناً نار یحنا
من جنی نارہ یجنا نارً اجنی

(۳) کہ حنا بست دست یار مرا
کہ ز کف برد اختیار مرا

---

[1] شاہ محمد اشرف بھوپال کے صاحب سجادہ مشائخ میں سے تھے جن کے بکثرت مرید بھوپال میں اب بھی موجود ہیں۔

(۴) خط مسلسل میں عبارت تحریر ہے جو پڑھنے میں نہیں آتی ۔

(۵) تو بکار کہ نمی آئی ؛ بکنار کسے نمی آئی

بچہ امید می تواں مردن ؛ بمزار کسے نمی آئی

(۶) ہر فلک سعادت و اقبالے

با قدر تو این مرتبہ نبود علے

جاوید بملک جاہ باشی والے

..... پیری ز حال مبادا.....

(۷) بفرقش سلک گوہر ہم چو انجم

تو گوئی شب در آمد در تبسم

(۸) کہ سیہ کرد چشم یار مرا

کہ سیہ کرد روزگار مرا

(۹) دوش در حلقۂ زلف تو دلم جامی کرد

ہر دم از ہر شکن تو گرہے دامی کرد

(۱۰) گردوں بمراد بخت فیروزت باد

در ہفتہ سہ عید و چار نوروزت باد

(۱۱) ببریخت پنجۂ مرجان ز لابر مروارید

قمر ز پشت شب مشکبار پیدا کرد

(۱۲) کسے کو بے وصالش مردہ باشد

معاذ اللہ چہ حسرت بردہ باشد

(۱۳) "من اللہ فتح قریب"

چار نمونے خط نسخ کے ہیں جن کی عبارتیں درج ذیل ہیں : ۔

(۱) دل گر ..... در پردہ دل آرائے ہست

ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

ہر کہ دم ملک عدم رفت نیامد بوجود

ظاہرا در پس این پردہ تماشائے ہست

(۲) عید رمضان صبح طرب ایجاد است

گل تازہ چمن شگفتہ دلہا شاد است

دستے کہ بہ تسلیم تو دارم بر سر

گلدستۂ مضمونِ مبارک باد است

(۳) یہ کتبہ اکبر شاہ ثانی کے جشن بست و یکم (تخت نشینی) کے موقعہ پر لکھا گیا ہے۔

ہمیشہ خواہش اہل جہان برب ودود

کہ شہریاری اقالیم ہر چہار حدود

ز جشن بست و یکم تا ہزار سال بدہر

بشاہ اکبر فخر شہاں شود معمور

اس رباعی کے ہر چہار جانب مندرجہ ذیل اشعار خط نسخ میں تحریر ہیں:-

(۱) منبع لطف و عنایت سایہ ذات الہ

حامی شرعِ محمد شاہ اکبر بادشاہ

(۲) خدایا تو این شاہ درویش دوست

کہ آسائشِ خلق در ظل اوست

(۴) الٰہی سلطنت شاہ ارزانی بود

تا ابد روشن چراغ ظل سبحانی بود

(۲) بیسے سال بر خلق پائندہ دار
بتوفیق طاعت دلش زندہ دار

ایک نمونہ ہے، جس میں "کلما دخل علیہا ذکریا المحراب" "ھذا مفتاح الجنۃ"،

"وانک لعلی خلق عظیم"، "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"
اور اللہ، محمد، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین تحریر ہے۔" یہ بمبئی کی ایک مطبوعہ وصلی کی نقل ہے، ساتھ ہی ہدایات درج ہیں کہ کس طرح ان کو تحریر کیا جائے۔

تین خط غبار کے نمونے ہیں۔

(۱) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر ہے۔

(۲) ایک طغریٰ ہے جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لشکل لبط تحریر ہے

(۳) کسی کے نام کا طغریٰ ہے، ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ (بھوپال) کا ہے۔

(۴) ایک طغریٰ بصورت انسان ہے جس میں چاروں خلفاء راشدین کے نام تحریر ہیں۔

(۵) ایک طغریٰ لشکل لبط ہے۔ نامکمل نمونہ ہے۔ خط گلزار کے چار نمونے ہیں۔

(۱) قل کل یعمل علی شاکلتہ الخ تحریر ہے۔

(۲) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر ہے۔

(۳) "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" کے دو نمونے ہیں۔

تین متفرق نمونے ہیں۔

(۱) مشق کا نمونہ ہے جس میں مرکب الفاظ کی مشق کی گئی ہے۔

(۲) حاشیہ کی بیلوں کا نمونہ ہے۔

(۳) خط نسخ میں آیۃ الکرسی تحریر ہے۔ دو سطروں میں مفرد و مرکب الفاظ کی مشق کا نمونہ ہے۔

مطبوعات کانفرنس اکیڈیمی

سرسید علیہ الرحمۃ اور ان کے جانشینوں کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک کی بنیاد ادب صالح کی تدوین و اشاعت پر رکھی گئی تھی۔ اس خصوص میں سب سے زیادہ کام ایجوکیشنل کانفرنس نے کیا۔ کانفرنس کی بنا ۱۸۸۶ء میں ڈالی گئی اور متحدہ ہندوستان میں اس کی ساٹھ سالہ زرین خدمات سے اہل ملک بخوبی واقف ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۱ء میں اس ادارہ کا احیاء کراچی میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے کیا گیا، جس نے قیام سرسید گرلس کالج جیسی اہم خدمات کے علاوہ ایک "اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ" قائم کی ہے، جس کی طرف سے سہ ماہی مجلہ "العلم" اور بلند پایہ علمی و تعلیمی کتابیں شائع کی جارہی ہیں، ان مطبوعات کی اہمیت و افادیت کے بارے میں اکابر ملت اور جرائد کی قدر افزا آراء اور ہمت افزا تبصرے موصول ہوئے ہیں، چونکہ فروخت کتب کی کل آمدنی تعلیمی مقاصد میں صرف کی جاتی ہے۔ اس لئے ہمدرد قوم حضرات سے توقع ہے کہ وہ ان کی خریداری کرکے اپنی معارف پروری کا ثبوت دیں گے۔

سید الطاف علی بریلوی

فہرست کتب

نمبر شمار		قیمت
۱	"حکیم عمر خیام" مصنفہ ابوالمکارم سلیم اللہ فہمی	۲-۸
۲	"ذکر و فکر" " سیدہ انیس فاطمہ بریلوی	۰-۱۲
۳	"چند عظیم علمائے جراثیم" مصنفہ ڈاکٹر پال ڈی کرائف مترجمہ پروفیسر عبدالمجید قریشی	۱۰-۰
۴	"تعلیمی نفسیات کا بنیادی خاکہ" مصنفہ پروفیسر جے۔ ایس۔ راس۔ مترجمہ پروفیسر وحید الحق صدیقی	۴-۰
۵	"علم و عمل" (وقائع عبدالقادر خانی حصہ اول) مترجمہ مولوی معین الدین افضل گڑھی و مرتبہ محمد ایوب قادری بی۔ اے	۸-۰
۶	"جان ڈوی کا فلسفہ تعلیم" مصنفہ ڈاکٹر روبنو اسپنس آرنٹ مترجمہ سید عین الدین علوی ایم۔ اے (علیگ)	۲-۸
۷	"مقدر انسانی" مصنفہ لی کامٹ ڈو نوائے۔ مترجمہ پروفیسر عبدالمجید قریشی	۸-۰
۸	"رومن رسم الخط اور پاکستان" مصنفہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی	۰-۸

نمبر شمار		قیمت
۹	"قدیم شہنشاہیاں" مصنفہ مولانا سید طفیل احمد منگلوری (علیگ)	۳-۰
۱۰	"اصول و اساس تعلیم" مصنفہ سپرسی نن۔ مترجمہ انعام عظیم برنی ایم۔اے	۷-۰
۱۱	"اصول تدریس" مصنفہ رائیبرن اینڈ فوریج۔ مترجمہ اخلاص حسین ایم۔اے	۵-۰
۱۲	"حیات ما بعد" مصنفہ سید ضامن حسین نقوی گویا جہاں آبادی	۲-۸
۱۳	"مکاشفات کشفی" مصنفہ میجر خان بہادر مرزا ابو جعفر کشفی	۳-۰
۱۴	"تجدد امثال" مصنفہ سید ضامن حسین نقوی گویا جہاں آبادی	۲-۰
۱۵	"طالب علم کی ڈائری" مصنفہ سید الطاف علی بریلوی بی۔اے (علیگ)	۳-۰
۱۶	"مقاصد تعلیم" مصنفہ اے۔این۔وائٹ ہیڈ۔ مترجمہ سید محمد تقی	۵-۰
۱۷	"ارتقائے انسانی" مصنفہ مولانا سید طفیل احمد منگلوری (علیگ)	۲-۰
۱۸	جمہوریت اور تعلیم حصہ اول، مصنفہ جان ڈیوی۔ مترجمہ سید محمد تقی۔	۵-۰
۱۹	"جمہوریت اور تعلیم حصہ دوم" مصنفہ جان ڈیوی۔ مترجمہ سید محمد تقی	۵-۰
۲۰	"پُراسرار کائنات" مصنفہ سر جیمس جینس۔ مترجمہ سید محمد تقی	۶-۰

نمبر شمار		قیمت
۲۱	"مشاہیر کے تعلیمی نظریے" مصنفہ محمد حسین خان زبیری ایم اے	۴ - ۰
۲۲	"مادری زبان کی تعلیم" مصنفہ پروفیسر یونس حسن فروغ علوی۔ ایم۔ اے۔	۳ - ۰
۲۳	"ثقافت و انتشار" مصنفہ میتھو آرنلڈ۔ مترجمہ الغام عظیم برنی و اخلاص حسین زبیری ایم۔ اے	۶ - ۰
۲۴	"مسلم خواتین کی تعلیم" مصنفہ محمد امین زبیری ایم اے	۲ - ۰
۲۵	"اسلامی نظام تعلیم" مصنفہ پروفیسر سید احمد رفیق ایم اے	۳ - ۰
۲۶	"ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں" مصنفہ علامہ سید سلیمان ندوی۔	۲ - ۸
۲۷	"پاکستان کا معاشی پس منظر" مصنفہ سیدہ انیس فاطمہ بریلوی	۳ - ۸
۲۸	"اسالیب اور زبان" مصنفہ سید محمد محمود رضوی مخمور اکبر آبادی	۹ - ۰
۲۹	"خط و خطاطی" مصنفہ ممتاز حسین جونپوری و محمد ایوب قادری بی۔ اے	۱ - ۲
۳۰	"علمائے سلف" مصنفہ نواب حبیب الرحمن خاں شروانی مرتبہ مفتی انتظام اللہ شہابی و ثناء الحق صدیقی ایم اے۔	۹ - ۰
۳۱	"علم و عمل" جلد دوم (زیر طبع) تعلیقات و حواشی محمد ایوب قادری۔ بی۔ اے۔	
۳۲	"شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات" مولفہ مولانا اعجاز الحق قدوسی (زیر طبع)	

نمبر شمار

۳۳۔ انگریزی ترجمہ ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں (زیر طبع)

۳۴۔ انگریزی ترجمہ۔ حیات حافظ رحمت خان (زیر طبع)

ملنے کا پتہ

سکریٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ سعیدہ منزل۔ بی روڈ ناظم آباد۔ کراچی

شیخ شوکت علی اینڈ سنز۔ مشن روڈ چوک۔ بندر روڈ کراچی۔

فیروز سنز۔ بندر روڈ کراچی

اردو اکیڈمی سندھ۔ بندر روڈ کراچی

اقبال کتاب گھر۔ سمرسٹ اسٹریٹ۔ صدر کراچی۔

کتاب محل۔ الفنسٹن اسٹریٹ۔ صدر کراچی۔

مشتاق بکڈپو۔ شیلڈن اسٹریٹ۔ متصل اردو کالج۔ کراچی۔

سلطان حسین اینڈ سنز۔ برنس روڈ۔ کراچی

مجلس ترقی ادب۔ ۲ نرسنگھ داس گارڈن۔ کلب روڈ کراچی

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا
سہ ماہی رسالہ

زیر ادارت

مشہور ماہر تعلیم اور مصنّف و ادیب

مولوی سیّد الطاف علی صاحب بریلوی

بی۔ اے (علیگ)

اس رسالہ میں مملکت پاکستان کی تعلیمی ترقی اور ثقافتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ مشاہیر اہل قلم کے لکھے ہوتے علمی اور تاریخی مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی علمی

و ادبی جد و جہد کے متعلق معلومات درج ہوتی ہیں
اور عوام کی واقفیت کو وسیع تر کرنے کے لئے دلچسپ
خبریں اور تبصرے ہوتے ہیں۔
چندہ آٹھ روپے سالانہ ۔ کانفرنس کو کم از کم دس
روپے سالانہ چندہ ممبری دینے والے حضرات کی
خدمت میں رسالہ مفت پیش کیا جاتا ہے۔

العلم

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا

سہ ماہی رسالہ

زیر ادارت

مشہور ماہر تعلیم اور مصنف و ادیب
مولوی سید الطاف علی صاحب بریلوی
بی اے (علیگ)

اس رسالہ میں مملکت پاکستان کی تعلیمی ترقی ور ثقافتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ مشاہیر اہل قلم کے لکھے ہوئے علمی اور تاریخی مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں ۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی علمی و ادبی جدوجہد کے متعلق معلومات درج ہوتی ہیں ۔ اور عوام کی واقفیت کو وسیع تر کرنے کے لئے دلچسپ خبریں اور تبصرے ہوتے ہیں ۔ چندہ آٹھ روپئے سالانہ ۔ کانفرنس کو کم از کم دس روپئے سالانہ چندہ ممبری دینے والے حضرات کی خدمت میں رسالہ مفت پیش کیا جاتا ہے۔

"KHAT-O-KHATTATI"

(THE ART OF PENMANSHIP & CALLIGRAPHY)

BY

SHAIKH MUMTAZ HOSAIN JAUNPURI

and

MOHD. AYUB KADRI, B.A.

FOREWORD BY

Dr. ZUBAID AHMAD.

M.A., Ph.D. (London)

ACADEMY OF EDUCATIONAL RESEARCH
ALL PAKISTAN EDUCATIONAL CONFERENCE
KARACHI
1961